احکام اعتکاف

فضائل و مسائل

شیخ الاسلام حضرت مولانا

مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

تحقیق و تخریج: مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

احکامِ اعتکاف

فضائل ومسائل

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

تحقیق وتخریج

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

خادم التدریس مدرسہ خیر المدارس حیدر آباد

تفصیلات

نام کتاب:

مصنف:

تحقیق وتخریج:

تعداد صفحات:

سن اشاعت:

کتابت وکمپوزنگ: مفتی سعید احمد قاسمی ٹانڈوری

ناشر:

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب دامت برکاتہم
ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد
وصدر رابطہ مدارس اسلامیہ آندھرا پردیش وتلنگانہ

اعتکاف ایک اسلامی عمل اور مسنون عبادت ہے، بالخصوص رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر میں دس دن کے لئے اعتکاف کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، اس کی فضیلت واہمیت کو سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد کبھی اس عمل کو ترک نہیں فرمایا، کسی وجہ سے ایک مرتبہ ترک کردیا تھا تو اگلے سال اسکی تلافی فرمائی۔

آپ ﷺ کے اس اہتمام کی وجہ سے مسلمانوں نے ہر دور اور ہر علاقے میں اس مبارک عمل کو جاری رکھا، آج بھی رمضان المبارک میں سارے عالم میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے، حرمین شریفین کی مساجد سے لے کر محلوں، بستیوں، قریوں، دیہاتوں کی مسجدوں میں تک کوئی نہ کوئی معتکف نظر آتا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک

جو عمل جتنا اہم ہوتا ہے اس کے احکام بھی اتنے ہی نازک ہوتے ہیں، دیکھا یہ جارہا ہے کہ اعتکاف کے فضائل معروف ہونے کی بناء بہت سے بندے اس عمل کو کر رہے ہیں، مگر مسائل سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کے حقوق ادا نہیں کر پا رہے ہی، بسا اوقات ان کا اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے مگر انہیں پتہ بھی نہیں چلتا، اس لئے عام فہم انداز میں مسائل اعتکاف مرتب کرنا اور ضرورت مندوں تک پہونچانا بہت ضروری ہے، علماء نے ہمیشہ یہ خدمت انجام دی ہے۔

یہ رسالہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ کا مرتب کردہ ہے جس کے معتبر و مستند ہونے کے لئے ان ہی کا نام کافی ہے؛ تاہم اس رسالے کی تسہیل اور تخریج و تحقیق کا کام ضروری حواشی کے ساتھ عزیزم مفتی احمد اللہ نثار قاسمی سلمہ نے اپنے ذمے لیا اور بہت سلیقہ اور ذمہ داری سے انجام دیا۔

حق تعالیٰ ان کی اس خدمت کو شرفِ قبول عطا فرمائے اور امت کے حق میں نافع بنائے۔ آمین

وصلی اللہ علی النبی الکریم

(حضرت مولانا) محمد عبد القوی غفرلہٗ

۲۲؍رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

دعوتِ فکر و عمل

۞ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ اعتکاف کی مثال یوں فرماتے تھے کہ: اگر کسی جگہ فساد ہو رہا ہو، کرفیو نافذ ہو، ایک دوسرے کو دیکھ کر قتل کے درپے ہوں، ایسے موقع پر کسی شخص کو کسی اونچی سرکاری حیثیت کا آدمی اپنے مکان میں اپنی حفاظت میں پناہ دے کتنا احسان مانتا ہے، یہاں اللہ نے (اعتکاف کے ذریعہ) اپنی حفاظت میں لے لیا (اور شیطانی فوج سے بچالیا) (۱) اعتکاف اصل میں کسی مستقل عبادت کا نام نہیں ہے کہ چوبیس گھنٹے عبادت میں مصروف رہیں، بلکہ اعتکاف ایک شرعی پابندی کا نام ہے کہ اعتکاف میں فضول باتوں، غیبت، چغلی، جھوٹ، دنیوی باتیں، وغیرہ سے پابند رہیں، شیخ الحدیثؒ فرماتے تھے: خوب کھاؤ، جی بھر سوؤ مگر باتیں نہ کرو" اعتکاف میں چند لوگ ساتھ بیٹھیں گے تو شروع میں جائز باتیں ہوں گی، مگر آہستہ آہستہ غیبت اور لایعنی باتوں میں مشغول ہو جائیں گے، آج کل ویسے بھی مجالسیں غیبت اور فضول باتوں سے خالی نہیں ہوتی ہیں، اس لئے حتی الامکان اپنے اوقات کی حفاظت ضروری ہے۔

۞ روزے کے ذریعہ انسان کو شریعت کے تقاضے پورا کرنے کے لائق بنایا تو محبوب بیوی کو صرف دن دن کے لئے چھڑایا، جب بندہ بیس دن یہ حکم پورا کرلیا تو دن ورات کی تمام تنہائیاں اپنے در کے لئے مخصوص کرلیں، کہ جو روزہ سب کے ساتھ سب کی ذمہ داریاں کندھوں پر لے کر ادا کرتے تھے اب سب سے کٹ کر ہماری طرف یکسو ہو کر ہمیں پانے کوشش کرو، اس تنہائی میں اپنے رب کو اس قدر انیس بناؤ کہ قبر میں کسی انیس کے لئے پریشان نہ ہونا پڑے۔

۞ شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا یہ رسالہ معتکفین کے لئے ایک نعمتِ عظمیٰ ہے، ہر مسجد کے منتظمین اور تمام معتکفین اگر اعتکاف سے پہلے یا دورانِ

---

(۱) مواعظِ فقیہ الامت: ۳/ ۸۳

اعتکاف اسکا مطالعہ کرلیں تو اعتکاف سے صحیح فائدہ اور معقول تربیت کا انتظام ہوسکتا ہے، اور معتکفین روزنامچہ کااہتمام کریں تو وقت کی حفاظت ہوسکتی ہے، منتظمین مسجد سے درخواست ہے کہ حدودِ مسجد پرنشان لگاکر معتکفین کو اطلاع کردیں تاکہ کوئی حد پار نہ کرے، احکام اعتکاف کا علم نہ ہونے کی وجہ بہت سے لوگوں کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے پھربھی اپنے زعم میں وہ معتکف ہی رہتے ہیں، آدابِ اعتکاف کی رعایت نہ ہونے کی وجہ سے اعتکاف کی روح حاصل نہیں ہوپاتی ہے۔

۞ احقر حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم کاممنون ہے کہ آپ نے تقریظ کی درخواست پراپنی مصروفیت کے باوجود قیمتی تقریظ رقم فرمائی اورہمت افزائی کرتے ہوئے تین سونسخے اپنے لئے متعین فرماکر مشفقانہ نصائح اور تشجیعانہ کلمات سے نوازا، اللہ تعالیٰ حضرتِ والاکواپنے فضل سے جزائے خیرعطافرمائے۔

۞ احقراس لائق نہیں کہ اکابر کی کتابوں پر کچھ کام کرسکے یہ محض توفیق الٰہی ہے، اس لئے ترتیب وتخریج میں کسی طرح کی فروگذاشت ہوگئی ہوتو احقر کی اصلاح فرمادیں اور خیرخواہانہ طور پرمطلع فرمادیں ، بندہ پر یہ آپ کا احسان ہوگا ، اللہ تعالیٰ کتاب کی ترتیب میں معاون عزیزم سید مفتی سلمان اوٹنوری سلمہ کو جزائے خیردے جن کی زود رفتاری اورمحنت کشی نے کام کو جلد قابو میں کردیا ہے۔ اللہ انہیں مزید ترقیات سے نوازے ،اوراس رسالہ کی خدمت کو قبول فرماکر ذخیرۂ آخرت بنائے اور معتکفین سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں احقرکو شامل فرمالیں۔(آمین)

احمداللہ نثارقاسمی

خادم التدریس مدرسہ خیرالمدارس حیدرآباد

۲۴/ ۳/ ۲۰۱۸ءمطابق ۶/رجب المرجب/ ۱۴۳۹ھ

پیش لفظ

الحمد لله وکفی وسلام علی عبادہ الذی اصطفی :امابعد

اعتکاف اسلام کی اہم عبادتوں میں سے ہے، اور بفضلہ تعالیٰ ہر سال رمضان کے آخری عشرے میں ہر مسجد کے اندر مسلمانوں کی بڑی تعداد یہ عبادت انجام دیتی ہے، لیکن دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ اعتکاف کے مسائل نہ جاننے کی بناء پر اس میں بہت سی غلطیاں ہوتی رہتی ہے ۱۴۰۰ھ کے رمضان میں احقر کو اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کی توفیق بخشی تو برادر محترم جناب شاہ محمد سلیمان صاحب نے خواہش ظاہر فرمائی کہ اعتکاف کے فضائل ومسائل پر ایک عام فہم مختصر رسالہ عام مسلمانوں کیلئے لکھ دیں۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ اسی اعتکاف کی حالت میں اس رسالہ کی تالیف شروع کر دی گئی۔ اور بعد میں اس کو مکمل کیا گیا، اب یہ رسالہ شائع ہو رہا ہے ، اللہ تعالیٰ اسکو مسلمانوں کیلئے نافع اور مفید بنائیں اور اس کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائیں، آمین ثم آمین۔

معتکف حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے اس کا مطالعہ فرمالیں، اور اعتکاف میں بھی اس کو اپنے ساتھ رکھیں، اور اس ناکارہ کی اصلاحِ اعمال واخلاق اور اخروی نجات کیلئے بحالت اِعتکاف دعا فرمادیں تو احقر پر بڑا احسان ہوگا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

باب اعتکاف کی حقیقت

اعتکاف کی روح (۱)

اللہ تعالیٰ نے عبادت کے جو طریقے مقرر فرمائے ہیں ان میں سے بعض طریقے خاص عاشقانہ شان رکھتے ہیں، انہی میں سے ایک اعتکاف بھی ہے (۲) اس عبادت میں انسان اپنے تمام دنیوی کام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے گھر یعنی مسجد میں جانا پڑتا ہے، اور ہر ماسوا سے اپنے آپ کو منقطع کر کے صرف اللہ تعالیٰ سے لو لگا لیتا ہے اور کچھ مدت تک

---

(۱) اعتکاف کا قرآن مجید سے ثبوت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْناً وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ انْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ'' (سورۃ البقرۃ: ۲/ ۱۲۵) ''اور یاد کرو! جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے جمع ہونے کا مرکز اور جائے امن بنایا اور بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل کو تاکید کی کہ میرا گھر پاک رکھو! طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کیلئے۔

اعتکاف کا حدیث سے ثبوت:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے رہے اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔ ''ان النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم كان يعتكفُ العشرَ الاواخرَ من رمضانَ حتى توفاهُ اللهُ، ثم اعتكفَ ازواجُهُ من بعدِهِ .(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۰۲۶، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۷۲)

(۲) لغت میں اس لفظ کا استعمال ٹھہرنے اور رکنے کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔ (لسان العرب ۹/ ۲۵۲، مصباح المنیر ۲/ ۴۲۴) اسی طرح سے اس کا استعمال نفس کو کسی چیز کا پابند کر لینے پر بھی ہوتا ہے۔ اصطلاحی معنیٰ: اللہ کی خوشنودی کے حصول کی خاطر نیز اس کی عبادت اور ذکر و اذکار کرنے کی نیت سے مخصوص طریقے پر ایک خاص مدت کے لئے مسجد میں قیام کرنے اور ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔

کامل یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو خاص تعلق اور انابت اِلی اللہ کی جو خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ تمام عبادتوں میں ایک نرالی شان رکھتی ہے۔

دل ڈھونڈتا ہے پھر فرصت کے رات دن	بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے
دل چاہتا ہے در پہ کسی کے پڑے رہیں	سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے

حضرت عطاء خراسانیؒ فرماتے ہیں کہ معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے در پہ آپڑا ہو اور یہ کہہ رہا ہو یا اللہ! جب تک آپ میری مغفرت نہیں فرمادیں گے میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔:حتی قال عطاء الخراساني مثل المعتكف مثل الذي القى نفسه بين يدي الله تعالى يقول:لا ابرح حتى يغفر لي؛ ولانه عبادة لما فيه من إظهار العبودية لله تعالى بملازمة الاماكن المنسوبة إليه(۱)

---

(۱)(بدائع الصنائع ۱۰۸/۲)اعتکاف کرنے والا اگرچہ زبانِ قال سے کچھ نہیں کہتا لیکن زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ میں اپنے مولا کے دروازے پر ہمیشہ کھڑا رہوں گا اور اپنے تمام مقاصد حاصل ہونے مصیبتوں کے دور ہونے اور اس کا قرب حاصل ہونے کا سوال کرتا رہوں گا۔اور اس کے لئے اپنے عزیز بھائیوں بلکہ اصلی قرابت داروں سے الگ رہوں گا یہاں تک کہ وہ میرے گناہوں کو بخش دے جو کہ اللہ تعالیٰ سے میری دوری اور مصیبتوں کے نازل ہونے کا سبب ہیں پھر وہ اپنے احسانات مجھ پر جاری فرمائے جو اس کی شان کریمی کے شایاں ہیں اور مجھ کو ایسی عزت بخشے جو اس کی حفاظت کے ٹھکانے اور اس کی حرمت کی حمایت کی طرف التجا کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہے،اسطرح پڑے رہنے سے سخت سے سخت دل بھی نرم ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو ہماری مغفرت کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں:

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لیے | در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے
خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال | کہ آگ لینے کو جائے پیمبری مل جائے

چنانچہ ہر رات اور خاص کر آخری رات یعنی لیلۃ العید میں مغفرت کا اعلان کردیا جاتا ہے۔(مراقی الفلاح بحوالہ عمدۃ الفقہ)ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے کہ ان کا بندہ ان کے سامنے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر، خیر کا سوال کرے، پھر اللہ تعالیٰ ان ہاتھوں کو ناکام اور خالی لوٹادیں۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں:"إِنَّ اللّٰهَ يَسْتَحْيِي اَنْ يَبْسُطَ إِلَيْهِ عَبْدُهُ يَدَيْهِ يَسْاَلُهُ بِهِمَا خَيْرًا فَيَرُدَّهُمَا خَائِبَتَيْنِ." (مصنف ابن أبي شيبہ،حدیث نمبر:۲۹۵۵۵) اکبرالہ آبادی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا:

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبرؔ | یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی

اعتکاف کی خصوصیت

پھر اعتکاف کی خصوصیت یہ ہے کہ جب تک انسان حالت اعتکاف میں ہو، اس کا لمحہ لمحہ عبادت میں لکھا جاتا ہے، اس کا سونا، اس کا کھانا پینا اور اسکی ایک ایک نقل وحرکت عبادت میں داخل ہوتی ہے۔(۱)

اعتکاف مسنون اور اس کی حکمت

اور رمضان شریف میں اعتکاف مسنون کی حکمت بھی یہی ہے کہ شب قدر کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا یقینی طریقہ اعتکاف سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالی نے شب قدر کے تعین کو پوشیدہ رکھا ہے، تاکہ مسلمان عشرہ اخیرہ کی تمام طاق راتوں میں جاگ کر عبادت میں مشغول رہیں لیکن عام حالات میں انسان کیلئے یہ مشکل ہوتا ہے کہ رات کا ایک ایک لمحہ عبادت میں صرف کرے، بلکہ بشری ضروریات کے تحت رات کا کچھ حصہ دوسرے کاموں میں صرف کرنا پڑتا ہے، لیکن اگر انسان اعتکاف کی حالت میں ہو تو خواہ وہ رات کے وقت سوتا ہی کیوں نہ رہا ہو، اسے عبادت گزاروں میں شامل کیا جائے گا، اور اس طرح

---

(۱) معتکف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اپنے آپکو مکمل طور پر عبادت کیلئے فارغ کر لیتا ہے اور ان تمام دنیوی مشاغل کو چھوڑ دیتا ہے جو اللہ تعالی سے دور کرنے والے ہیں عالمگیری میں ہے: فان فیه تسلیم المعتکف کلیة الی عبادة اللہ فی طلب الزلفی وتبعید النفس من شغل الدنیا التی ھی ما نعة عما یستوجب العبد من القربی (۲۱۲ ج ۱) ایک اور روایت میں ہے کہ اعتکاف کرنے والے کی مثال احرام باندھنے والے کی سی ہے۔ وہ کلی طور پر اپنے آپ کو خدا کے حضور ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا مجھے تیری قسم ہے کہ میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ تو مجھ پر رحم کر دے: ”اِنَّ مَثَلَ الْمُعْتَكِفِ مَثَلُ الْمُحرِمِ اَلْقَی نَفْسَه بَیْنَ یَدَیِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ وَاللهِ لَا اَبْرَحُ حَتّٰی تَرْحَمَنِی“ (درمنثور: زیر آیت وانتم عاکفون فی المساجد)

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اس کو شب قدر کا ایک ایک لمحہ عبادت میں صرف کرنے کی فضیلت حاصل ہوگی، اور یہ فضیلت اتنی عظیم الشان ہے کہ اس کے مقابلے میں دس دن کی یہ تھوڑی سی محنت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعتکاف کا خاص ذوق تھا، چنانچہ فرماتے تھے، آپؐ ہر سال رمضان کے مہینے میں اعتکاف کا نہایت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔(۱)

اعتکاف کی اہمیت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا—زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ—اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ.(۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے پورے مہینے کا اعتکاف بھی فرمایا ہے، اور بیس روز کا بھی اور دس روز کا اعتکاف تو ہر سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک خاص وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان شریف میں اعتکاف نہ فرما سکے تو پھر شوال میں دس دن روزہ رکھ کر اعتکاف فرمایا اور ایک سال رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر کی وجہ سے اعتکاف نہ فرما سکے تو اگلے سال رمضان میں دس دن کے بجائے بیس دن کا اعتکاف فرمایا:

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ

---

(۱) اعتکاف کے فائدے: اعتکاف کے بہت سے فائدے ہیں مثلاً: (۱) اعتکاف کرنے والا گویا اپنے تمام بدن اور تمام وقت کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دیتا ہے (۲) دنیا کے جھگڑوں سے محفوظ رہتا ہے (۳) اعتکاف کی حالت میں اسے ہر وقت نماز کا ثواب ملتا ہے کیونکہ اعتکاف معتکف ہر وقت نماز اور جماعت کے انتظار اور اشتیاق میں بیٹھا رہتا ہے (۴) اعتکاف کی حالت میں معتکف فرشتوں کی مشابہت پیدا کرتا ہے کہ ان کی طرح ہر وقت عبادت اور تسبیح و تقدیس میں رہتا ہے (۵) مسجد چونکہ خدا تعالیٰ کا گھر ہے اس لئے حالت اعتکاف میں معتکف خدا تعالیٰ کا پڑوسی بلکہ اس کے گھر کا مہمان ہوتا ہے۔
(المبسوط للسرخسی ص ۱۱۶ ج ۳ و بدائع ص ۲۷۳ ج ۲)

(۲) صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، حدیث نمبر: ۲۰۲۶

مِنْ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا، فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ لَيْلَةً(۱)

جب شب قدر کے بارے میں یہ متعین نہیں ہوا تھا کہ وہ عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے رمضان کا اعتکاف فرمانا ثابت ہے، اور حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے یکم رمضان سے ۲۰ دن تک اعتکاف کرنے کے بعد فرمایا: میں نے شب قدر کی تلاش کیلے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر درمیانی عشرے کا عتکاف کیا، پھر مجھے بتایا گیا کہ شب قدر آخری عشرے میں ہے؛ لہذا تم میں سے جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہئے وہ کر لے:

عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ :انَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي العَشْرِ الاوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا، حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنَ اعْتِكَافِهِ، قَالَ :مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي، فَلْيَعْتَكِفِ العَشْرَ الاَوَاخِرَ (۲)

اس کے بعد آپ ﷺ کا معمول یہ ہوگیا کہ ہر رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، اعتکاف کی فضیلت واہمیت کیلئے یہ بات ہی کیا کم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ اس کی پابندی فرمائی، اور اسے کبھی بالکلیہ ترک نہیں فرمایا۔

---

(۱) سنن ترمذی، باب ماجاء فی الاعتکاف، حدیث نمبر: ۸۰۳، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۲) صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، حدیث نمبر ۲۰۲۷: امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ: لوگوں پر تعجب ہے کہ انہوں نے اعتکاف کے اہتمام کو چھوڑ دیا، جبکہ آنحضرت ﷺ کوئی کام کرتے بھی تھے اور چھوڑتے بھی تھے لیکن آپ ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد سے وفات تک کبھی اعتکاف ترک نہیں فرمایا۔ ''عن الزهري انه قال:عجبا للناس تركوا الاعتكاف وقدكان رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يفعل الشيء ويتركه ولم يترك الاعتكاف منذ دخل المدينة إلى ان مات ''(بدائع الصنائع ،باب الاعتكاف ۲/۱۰۸)

باب فضائل اعتکاف

اس کے علاوہ ایک حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ، كُلُّ خَنْدَقَ ابْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ (۱)۔

جوشخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنادیں گے، جس کی مسافت آسمان وزمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہوگی۔

نیز ایک حدیث میں حضرت حسین ابن علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ (۲)

جوشخص رمضان میں دس روز کا اعتکاف کرے تو اس کا یہ عمل دو حج اور دو عمروں جیسا ہو گا۔ اور طبرانی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اعْتَكَاف عَشْر رَمَضَانَ كحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ (۳)

رمضان کے دس دن کا اعتکاف دو حج اور دو عمروں جیسا ہے؛ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے: إِنَّ لِلْمَسَاجِدِ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ اَوْتَادًا، جُلَسَاؤُهُمُ الْمَلَائِكَةُ، فَإِنْ فَقَدُوهُمْ سَأَلُوا عَنْهُمْ، فَإِنْ كَانُوا مَرْضَى عَادُوهُمْ، وَإِنْ كَانُوا فِي حَاجَةٍ

---

(۱) شعب الایمان، فصل فی من فطرصائماً، حدیث نمبر:۳۶۷۹، المعجم الاوسط، حدیث نمبر ۷۳۲۶

(۲) شعب الایمان، باب الاعتکاف ۵/۴۳۶، حدیث نمبر: ۳۶۸۱۔ اس حدیث کی سند میں ''محمد بن سلیم'' متروک الحدیث ہے۔

(۳) شعب الایمان، باب الاعتکاف ۵/۴۳۶، حدیث نمبر ۳۶۸۱:، اس حدیث کی سند میں ''محمد بن سلیم'' متروک الحدیث ہے۔

أَعَانُوهُمْ(۱)

کچھ لوگ مسجدوں کیلئے میخ بن جاتے ہیں (یعنی وہ ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں) ایسے لوگوں کے ہم نشین فرشتے ہوتے ہیں، اگر یہ لوگ کبھی مسجد سے غائب ہوجائیں تو فرشتے انہیں تلاش کرتے ہیں، اور اگر یہ بیمار ہوجائیں تو ان کی عبادت کرتے ہیں اور اگر ان کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ اعتکاف کرنے سے اس حدیث کی فضیلت بھی حاصل ہوتی ہے جو بہت بڑی فضیلت ہے۔(۲)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوبَ، وَيُجْرَى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا(۳)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ ہوجاتا ہے اور اسکی تمام نیکیاں اسی طرح لکھی

---

(۱) یہ حضرت سعید ابن المسیبؒ کا قول ہے، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ماجاء فی لزوم مسجد، حدیث نمبر: ۳۴۶۱۲۔

(۲) حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ روایت فرماتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے دودھ دوہنے کی مقدار بھی (نفلی) اعتکاف کیا اس نے ایک جان (غلام) کو آزاد کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص مغرب سے عشاء تک مسجد جماعت میں اعتکاف کرے اور سوائے نماز کے اور تلاوت قرآن کے اور گفتگو نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بنادیں گے۔ (شمائل کبریٰ ۸ / ۱۹۴)

(۳) سنن ابن ماجہ، باب فی ثواب الاعتکاف، حدیث نمبر: ۱۷۸۱ شعیب الارنوط نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

جاتی رہتی ہیں جیسے وہ ان کو خود کرتا رہا ہو۔(۱)

مطلب یہ ہے کہ اعتکاف کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ جتنے دن انسان اعتکاف میں رہے گا، گناہوں سے محفوظ رہے گا، اور جو گناہ وہ باہر رہ کر کرتا ہے، اب اس سے رک جا

---

(۱) ایک حدیث میں آتا ہے : جس نے اللہ کی رضا کیلیے ایمان واخلاص کے ساتھ اعتکاف کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ''مَنِ اعْتَکَفَ اِیْمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه"(کنزالعمال: کتاب الصوم، الفصل السابع فی الاعتکاف ولیلة القدر، ۸/۲۴۴، (فیض القدیر ۶:۷۴) گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہے، کیونکہ گناہ کبیرہ کی معافی کیلیے توبہ شرط ہے البتہ جب معتکف خدا تعالیٰ کے حضور آہ و بکا کرتا ہے اور اپنے سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرتے ہوئے آئندہ نہ کرنے کا عزم کرتا ہے تو یقینی بات ہے اس کے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں (اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ)اس صورت میں گناہوں سے مراد کبیرہ بھی ہو سکتے ہیں لہٰذا معتکف کو چاہیے کہ توبہ واستغفار کا اہتمام کرے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری راتوں میں تلاش کیا کرو۔ ''عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ. (صحیح بخارری :باب تحری لیلة القدر في الوتر من العشر الاواخر، ج۱: ۲۷۰) اعتکاف سے لیلۃ القدر کو پانا آسان ہو جاتا ہے جس کی فضیلت ہزار مہینوں سے زیادہ ہے لہٰذا آخری عشرہ کی ساری راتوں میں بیداری کا اہتمام کرے ورنہ کم از کم طاق راتوں کو تو ضرور عبادت میں گزارے۔

حضرت تھانوی ؒ نے لکھا ہے کہ: جو شخص خلوص کے ساتھ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتا ہے اس کو چالیس دن تک سرحدِ اسلام کے محافظ کا درجہ حاصل ہوتا ہے (بہشتی زیور، تیسرا حصہ: ۴۷) اور جو شخص سرحدِ اسلام کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالی اس کو گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دیتا ہے جیسا کہ نومولود بچہ کا حال ہوتا ہے، اور اس عمل کو اللہ تعالی قیامت تک بڑھاتا ہے، اور اس کی قبر کے عذاب سے حفاظت فرمالیتا ہے۔(سنن ترمذی: ۱/۲۹۱، بحوالہ انوارِ رسالت: ۱۷۹)

ئے گا لیکن یہ اللہ تعالی کی رحمت ہے کہ باہر رہ کر جو نیکیاں وہ کرتا تھا۔ اعتکاف کی حالت میں اگر چہ وہ ان کو انجام نہ دے سکا ہو، لیکن وہ اس کے نامہ اعمال میں بدستور لکھی جاتی رہتی ہیں اور اسے ان کا ثواب دیا جاتا ہے، مثلاً کوئی شخص مریضوں کی عیادت یا تیمارداری کرتا تھا، یا غریبوں کی امداد کیا کرتا تھا، یا کسی عالم یا بزرگ کی مجلس میں جایا کرتا تھا، یا تعلیم و تبلیغ کیلئے کہیں جاتا تھا اور اعتکاف کی وجہ سے یہ کام نہیں کر سکا تو وہ ان نیکیوں کے ثواب سے محروم نہیں ہوگا، بلکہ اس کو بدستور ان نیکوں کا ایسا ہی ثواب ملتا رہے گا جیسے خود ان کو انجام دیتا رہا ہو۔

باب احادیثِ اعتکاف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پابندی سے اعتکاف کرنا

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمامِ اعتکاف سے متعلق چند احادیث ذیل میں مختصر تشریح کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا—زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ—أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَعْتَكِفُ العَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

(۱)صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، حدیث نمبر:۲۰۲۶۔

وفات فرمائی (۱) پھر ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔(۲)

اس حدیث سے اعتکاف کی اہمیت معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ اس پر مداومت فرمائی ہے، اور ازواج مطہرات کے اعتکاف کرنے کی تفصیل بھی انشاء اللہ مسائل اعتکاف کے آخر میں تفصیل کے ساتھ آئے گی۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا :أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ، قَالَ نَافِعٌ : وَقَدْ أَرَانِي عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ :الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْجِدِ (۳)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اور نافعؒ (جنہوں نے یہ حدیث ابن عمرؓ سے روایات کی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے مجھے مسجد میں وہ جگہ بھی

---

(۱) آنحضرت ﷺ صرف دو مرتبہ آخری عشرہ کا اعتکاف نہیں کر سکے: ایک جب ازواج مطہرات نے اعتکاف کے لئے مسجد میں خیمہ لگالیا تو ناراضگی سے سب خیمے اٹھوا دئے اور خود بھی اعتکاف نہیں فرمایا، اور اس کے بدلہ میں شوال میں دس دن کا اعتکاف فرمالیا۔(صحیح بخاری: ۱/ ۲۷۲، حدیث نمبر: ۱۹۸۷) دوسرا فتح مکہ کے سال، چونکہ غزوۂ فتح مکہ رمضان المبارک میں پیش آیا، اور دس رمضان المبارک کو دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ ''خرج عام الفتح لعشر مضين من رمضان ''(مسنداحمدبن حنبل ۱/ ۳۱۵، حدیث نمبر: ۲۸۸۴) اسلئے اس کے بعد کے سال میں بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مقیم ہوتے تو رمضان کے عشرہ اخیرہ کا ضرور اعتکاف فرماتے۔ اگر مسافر ہوتے تو آئندہ سال بیس (۲۰) دن کا اعتکاف فرماتے۔ ''كان يعتكف العشرالاواخرمن رمضان ،فسافرعاماً فلم يعتكف فلماكان من قابل اعتكف عشرين يوماً''(السنن الكبرى للبيهقى ۶/: ۴۲۵، حديث نمبر ۸۶۴۹:، سنن ابن ماجه ۱/: ۱۶۲، حديث نمبر ۱۷۷:)

(۲) واضح رہے کہ اس میں یہ صراحت نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ازواجِ مطہرات مسجد میں ہی اعتکاف فرماتے رہے، بلکہ نفس اعتکاف پر مداومت بتانا مقصود ہے۔

(۳) صحیح مسلم، باب اعتکاف عشرالاواخرمن رمضان ، حدیث نمبر: ۱۱۷۱۔

دکھائی جہاں آپ ﷺ اعتکاف فرماتے تھے۔

معتکف کے لئے مسجد میں چارپائی لگانا

عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهُ فِرَاشُهُ، أَوْ يُوضَعُ لَهُ سَرِيرُهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ(۱)

حضرت نافع ابن عمرؓ سے روایت ہیں کہ جب آں حضرت ﷺ اعتکاف فرماتے تو اسطوانہ توبہ کے پیچھے یا تو آپ ﷺ کا بستر بچھا دیا جاتا تھا یا چارپائی ڈال دی جاتی تھی۔

فائدہ: اسطوانہ توبہ مسجد نبوی کے اس ستون کا نام ہے جسے اسطوانہ ابولبابہ بھی کہتے ہیں، اور اس ستون پر حضرت ابولبابہ کی توبہ قبول ہوئی تھی (۲) اس کے پیچھے وہ جگہ ہے جہاں اعتکاف کے وقت آپ ﷺ کا بستر بچھا دیا جاتا تھا یا چارپائی ڈال دی جاتی تھی، آج کل اس جگہ پر ستون ہے جسے اسطوان السریر کہتے ہیں، اور یہ نام اس ستون پر لکھا ہوا بھی ہے، یہ ستون روضہ اقدس کی مغربی جانب سے متصل ہے۔

بہر کیف! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اعتکاف کیلئے مسجد میں بستر بچھانا جائز ہے، اور اگر کسی شخص کو فرش پر سونے میں نیند نہ آئے تو چارپائی بھی ڈال سکتا ہے، لیکن اچھا یہی ہے کہ چند روز کیلئے اتنا زیادہ اہتمام نہ کیا جائے، بلکہ سادگی کے ساتھ فرش پر سوئیں، آنحضرت ﷺ چونکہ پیغمبر تھے، اس لئے آپ ﷺ نے بہت سے کام اسلئے فرمائے ہیں تاکہ امت کو ان کا جائز ہونا معلوم ہو جائے، لہذا آپ ﷺ نے چارپائی ڈلوا کر اس کا جائز ہونا بھی بتایا

---

(۱)سنن ابن ماجه، باب الاعتكاف فى خيمة فى المسجد، حديث نمبر: ۱۷۷۴ (شعیب الارنوؤط نے کہا ہے کہ: اس حدیث کی سند حسن درجہ کی ہے)

۲) ان کی توبہ کا واقعہ کتاب کے اخیر میں ضمیمہ کے بعد لکھا ہوا ہے۔ احمد اللہ

لیکن عام مسلمانوں کیلئے بہتر یہی ہے کہ فرش پر سونے کا انتظام کریں، الا یہ کہ کوئی عذر ہو اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص ہر سال مسجد کی کسی ایک ہی جگہ پر اعتکاف کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ ایک تو اس کا ایسا اہتمام نہیں کرنا چاہئے جیسے وہ جگہ لازمی طور پر اعتکاف کیلئے مخصوص ہوگئی ہو، اور وہیں پر اعتکاف کرنا ضروری ہو، دوسرے اس غرض کیلئے کسی ایسے شخص کو اس جگہ سے ہٹانا جائز نہیں جو پہلے سے اس جگہ پر اعتکاف کا انتظام کر کے وہاں بیٹھ چکا ہو۔ اعتکاف چونکہ ایک عظیم عبادت ہے، اس لئے اس میں کسی خاص جگہ پر قبضہ کرنے کیلئے لڑائی جھگڑا کرنا یا کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا یا اس کا دل دکھانا ہرگز جائز نہیں ہے۔

ازواج مطہرات کا مسجد میں اعتکاف

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانٍ، وَإِذَا صَلَّى الغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيهِ، قَالَ: فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ، فَأَذِنَ لَهَا، فَضَرَبَتْ فِيهِ قُبَّةً، فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ، فَضَرَبَتْ قُبَّةً، وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا، فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الغَدَاةِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ، فَقَالَ: مَا حَمَلَهُنَّ عَلَى هَذَا؟ آلْبِرُّ؟ انْزِعُوهَا فَلاَ أَرَاهَا ، فَنُزِعَتْ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِي آخِرِ العَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ(۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف فرماتے تھے، پس جب فجر کی نماز پڑھتے تو اپنی اس جگہ پر تشریف لاتے جہاں اعتکاف کرنا ہوتا، راوی کہتے ہیں کہ عائشہؓ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعتکاف کی اجازت مانگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دیدی، چنانچہ انہوں نے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیا، حضرت حفصہؓ نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ

(۱) صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی شوال، حدیث نمبر: ۲۰۴۱، باب اعتکاف النساء، حدیث نمبر: ۱۸۹۶

لگالیا، حضرت زینبؓ نے سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگالیا پس جب آپ ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ چار خیمے لگے ہوئے ہیں (ایک آپ کا اور تین ازواج مطہرات کے) آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ کو ازواج مطہرات کے بارے میں بتایا گیا (کہ یہ ان کے خیمے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ (کیا نیکی کی وجہ سے) ان خیموں کو نکال دو، اب میں انہیں نہ دیکھوں چنانچہ خیمے اٹھادئے گئے، اور آپ ﷺ نے بھی اعتکاف نہیں فرمایا، یہاں تک کہ شوال کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا۔

اس حدیث میں یہ بات قابل غور ہے کہ آپ ﷺ نے شروع میں حضرت عائشہؓ کو اعتکاف کی اجازت دیدی تھی، لیکن جب دوسری ازواج مطہرات نے خیمے لگائے تو سب کو منع فرمادیا۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم) کہ حضرت عائشہؓ کا مکان مسجد سے اتنا متصل تھا کہ اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا اس لئے اگر وہ اپنے مکان کے دروازے کے ساتھ ہی مسجد میں پردہ لگا کر اعتکاف فرماتی تو ضروریات کیلئے بار بار مسجد میں مردوں کے ساتھ سامنے نہ گزرنا پڑتا، بلکہ ایسا ہی ہوجاتا جیسے اپنے گھر میں اعتکاف کررہی ہیں۔ اس کے برخلاف دوسری ازواج مطہرات کے مکانات کچھ فاصلے پر تھے، اسلئے اگر وہ مسجد میں اعتکاف فرماتیں تو انہیں بار بار مسجد سے گزر کر اپنے مکان میں جانا پڑتا اور عورت کیلئے یہ کوئی نیکی نہیں ہے، لیکن جب آپ ﷺ نے دوسری ازواج مطہرات کے خیمے اٹھوائے تو حضرت عائشہؓ کا بھی اٹھوادیا، تاکہ دوسری ازواج مطہرات کو شکایت نہ ہو، اور پھر خود بھی اعتکاف نہیں فرمایا، تاکہ حضرت عائشہؓ کی دل شکنی نہ ہو۔ اور پھر خود شوال میں اعتکاف کر کے اس ناغہ کی تلافی فرمادی۔ اس طرح اس عمل سے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حق

سے لیکر ازواج مطہرات تک سب کے حقوق کی رعایت اس انداز سے فرمائی۔سبحان اللہ(۱)

معتکف کا پردہ کرنا

بہرکیف !اس حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اعتکاف کیلئے پردہ وغیرہ لگا کر کوئی جگہ گھیر لینا جائز ہے، اگلی حدیث جو آرہی ہے اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے لیئے ایک ترکی خیمہ لگا یا گیا، البتہ یہ جگہ گھیرنا اس وقت جائز ہے جب دوسرے مصلیوں یا معتکفین کو اس سے تکلیف نہ ہو ،ورنہ کوئی جگہ گھیرے بغیر اعتکاف کرنا چاہئے، چنانچہ بعض علماء نے ازواج مطہرات کے خیمے اٹھوانے کی ایک حکمت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ خیموں کی کثرت سے مسجد کے تنگ پڑنے کا اندیشہ بھی ہوا۔

شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف

دوسری بات حدیث سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہیں کرنا چاہئے، اور اگر وہ ایسا کرے تو شوہر کو اعتکاف ختم کروانے کا بھی حق ہے، نیز اگر شوہر اجازت دے چکا ہو پھر مصلحت اعتکاف نہ کرنے میں معلوم ہو تو سابقہ اجازت سے رجوع کرنا بھی جائز ہے لیکن یہ واضح رہے کہ اس طرح اعتکاف شروع کرنے کے بعد

---

(۱) خیمے اٹھوانے کی اور بھی وجوہات علماء بیان کی ہیں لیکن احقر کو یہ وجہ راجح معلوم ہوتی ہے، اور یہ وجہ امام ابوبکر رازی کے کلام سے ماخوذ ہے، جو فتح الملہم: ۲/۱۹۸، منقول ہے ۔(مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

اس حدیث میں یہ کہنا کہ ریاء وشہرت کا مادہ پیدا ہوگیا تھا یا سبقت کا پہلو پیدا ہوگیا تھا اسلئے منع فرمادیا، اگر یہی بات ہے تو آپ ﷺ ریاء اور سبقت لیے جانے کی غلطی کی اصلاح فرماتے اور انہیں اعتکاف کرنے دیتے ، جیسے کسی سنت پر عمل میں ریاء وشہرت پیدا ہوجائے تو سنت پر عمل کیا جائے گا اور نیت درست کی جائے نہ کہ عمل ہی ترک کردیا جائے گا، علاوہ ازیں یہ علتیں اپنی عقل کی ایجاد کردہ ہیں نص سے ثابت شدہ نہیں ہیں۔

توڑنے سے اس دن کے اعتکاف کی قضا واجب ہوگی جس دن کا اعتکاف توڑا ہے، ہاں اگر اعتکاف شروع نہ کیا ہو تو پھر قضا واجب نہیں، حدیث مذکور میں ظاہر یہی ہے کہ ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف شروع نہیں کیا تھا۔

عورت کا مسجد میں اعتکاف

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خواتین کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہئے، لیکن اگر کوئی عورت جس کا مکان مسجد سے متصل ہو اس طرح پردے کے ساتھ مسجد میں اعتکاف کرے کہ اسے مسجد میں باہر نکلنے کی ضرورت نہ ہو اور آس پاس بھی مرد نہ ہوں تو اپنے شوہر کے ساتھ اعتکاف کر سکتی ہے، لیکن افضل بہر صورت یہی ہے کہ گھر میں اعتکاف کرے۔(۱)

---

(۱) جب نماز کے لئے آنا منع ہے تو اعتکاف کے لئے تو بدرجہ اولی منع ہوگا، کیونکہ موجودہ زمانہ خیر القرون کے زمانہ سے زیادہ فتنوں پر مشتمل ہے، اس لئے عورت اپنے گھر ہی میں اعتکاف کا اہتمام کرے، اگر عورت کا اعتکاف مسجد میں کرنا ضروری یا افضل ہوتا تو اجازت کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت کو مسجد میں اعتکاف کیوں نہ کرنے دیا؟ اور خیمے لگ جانے کے بعد اکھاڑنے کا حکم کیوں دیا؟ اور اپنے اعتکاف کو بھی آخر ختم کیوں کر دیا؟ اور کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد پوری تاریخ اسلام میں کوئی واقعہ ایسا پیش آیا ہے کہ ازواج مطہرات میں سے کوئی مسجد میں اعتکاف کی ہوں؟ یا خیر القرون کے علماء نے مسجد میں عورت کے اعتکاف کی ترغیب دی ہو؟

باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتکاف کی تفصیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورے مہینہ کا اعتکاف

عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلى الله عَلَيه وَسَلم :يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاوسط مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَت لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ظاہر ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ازواجِ مطہرات کے خیمہ مسجد سے اٹھوادئے تو کیا امہات المومنین سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسجد میں اعتکاف کریں جہاں اعتکاف سے عورتوں کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہو، اور ازواجِ مطہرات کا مسجد میں اعتکاف بالفرض ثابت بھی مان لیں تو وہ دورِ خیر القرون کا تھا جو فتنوں سے پاک تھا، اور آج کا دور پرفتن ہونے کو سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ عورتوں کو مسجد لانے پر اصرار کیا جائے اور انہیں گھر میں اعتکاف کرنے کو بدعت قرار دیا جائے، اور تمام مکاتبِ فکر کا اس پر اتفاق ہے کہ مسجد میں عورت کے لئے جب تک مخصوص ومحفوظ جگہ نہ ہو کہ وہ مردوں کی نگاہ سے محفوظ رہے اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تب تک اسے مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں مسجد حرام اور مسجد نبوی کے علاوہ پوری دنیا میں ایسی کوئی مسجد نہیں ہے جہاں خواتین کے لئے اعتکاف کا انتظام کیا جاتا ہو، سعودی عرب جیسے پر امن ملک میں کوئی بھی ایک مسجد ایسی نہیں ہے جہاں خواتین کے اعتکاف کا انتظام کیا جاتا ہو تو ہند و پاک کا کیا پوچھنا، اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ عورت کا گھر میں اعتکافِ مسنون نہیں ہے، لیکن کیا یہ کچھ کم ہے کہ عورت نے تنہائی میں دس دن اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز قرب کی کوشش میں لگی رہی اور شب قدر کی عبادت حاصل کر لی، دوسری طرف عورت کے اعتکاف کے لئے مسجد کی شرط لگا کر نہ مسجد میں اعتکاف کراو یا جاتا ہے اور نہ گھر میں اعتکاف کی اجازت دی جاتی ہے جس سے وہ عبادت سے محروم رہتی ہیں، بلکہ اس مسئلہ میں شدت کی وجہ سے بعض مرتبہ خواتین تو دور مرد حضرات بھی اعتکاف سے محروم رہ جاتے ہیں، اور کوئی مصر ہے تو شوق سے اپنی عورت کو مسجد میں اعتکاف کرائے باقی نتیجہ کا اللہ مالک ہے۔ (بحوالہ: رمضان المبارک معروات ومنکرات)

صبيحتها مِنَ اعْتِكَافِهِ، فقَالَ :مَنْ كان اعْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ، وَقَدْ رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي صَبِيحَتِهَا فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ، وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ :فَأُمْطِرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيشٍ، فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ :فَأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللَّهِ صَلى الله عَلَيه وَسَلم انْصَرَفَ إلينا وَعَلَى جَبْهَتِهِ، وَأَنْفِهِ أَثَرُ الْمَاءِ، وَالطِّينِ مِنْ صُبْحِة إِحْدَى وَعِشْرِينَ(۱)

ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ترکی خیمے کے اندر رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا، پھر بیچ کے عشرے کا اعتکاف فرمایا ،پھر سر باہر نکالا اور فرمایا، میں نے پہلے عشرے کا اعتکاف میں شب قدر تلاش کرنے کیلئے کیا، پھر اسی مقصد سے دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام آیا کہ شب قدر آخری عشرے میں ہے،لہٰذا جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے وہ آخری عشرے کا اعتکاف کرے،اس لئے کہ مجھے پہلے شب قدر دکھادی گئی تھی، پھر اسے بھلا دیا گیا،اور اب میں نے یہ دیکھا ہے کہ شب قدر کی صبح کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں،لہٰذا اب تم شب قدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو،حضرت ابوسعید خدریؓ فرما تے ہیں کہ اسی شب بارش ہوئی ،اور مسجد چھپر کی تھی اس لئے ٹپکنے لگی ،چنانچہ اکیس رمضان کی صبح کو میری آنکھوں نے آنحضرت ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پانی اور کیچڑ کا نشان تھا۔

۞ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان شریف میں اعتکاف کا اصلی فائدہ شب قدر کی

---

(۱) صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، حدیث نمبر: ۲۰۲۷۔

فضیلت کا حصول ہے، چنانچہ جب تک آپ ﷺ کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ شب قدر آخری عشرے میں ہے، اس وقت تک آپ ﷺ شب قدر کی تلاش میں پہلے اور دوسرے عشرے کا اعتکاف فرماتے رہے، اور جب آپ ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ شب قدر آخری عشرے میں آئے گی، تو آپ ﷺ نے آخری عشرے کا مزید اعتکاف خود بھی فرمایا اور دوسرے حضرات کو بھی اس کی ترغیب دی۔(۱)

۞ اس سال آنحضرت ﷺ کو یہ بھی بتادیا گیا کہ شب قدر وہ رات ہوگی جس کی صبح کو آپ ﷺ پانی اور کیچڑ میں سجدہ کریں گے، یعنی بارش کی وجہ سے زمین بھیگی ہوگی، چنانچہ اکیسویں شب میں بارش ہوئی۔ اور صبح کی نماز میں آپ ﷺ نے اسی گیلی زمین پر سجدہ فرمایا، اس طرح متعین ہوگیا کہ شب قدر اس سال اکیسویں شب میں آئی تھی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آئندہ بھی ہمیشہ اکیسویں شب ہی میں شب قدر ہوگی، بلکہ راجح قول یہی ہے کہ شب قدر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں بدل بدل کر آتی رہتی ہے۔

۞ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ کرتے وقت پیشانی کو مٹی یا کیچڑ سے بچانے کا بہت زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں، تھوڑی بہت مٹی یا کیچڑ اگر پیشانی کو لگ

---

(۱) چنانچہ ان صحابہ میں اعلان فرمادیا جو شبِ قدر کی تلاش میں پہلے اور دوسرے عشرے کا اعتکاف فرمایا تھا، اور شبِ قدر کی علامت اسی عشرہ میں واضح ہوگئی، جب سے یہ معلوم ہوگیا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہے پھر کبھی پہلے اور دوسرے عشرہ کا اعتکاف نہیں فرمایا، اس لئے اس عمل سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ آپ ﷺ سے تسلسل کے ساتھ پورے مہینہ کا اعتکاف ثابت ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا یہ اعتکاف ایک ضرورت کی وجہ سے تھا، جب ضرورت پوری ہوگئی تو نہ الگ الگ طور پر اور نہ ہی تسلسل کے ساتھ پورے مہینہ کا اعتکاف فرمایا، اس لئے اگر کوئی شخص شروع رمضان ہی سے پورے رمضان کا تسلسل کے ساتھ اعتکاف کرتا ہے تو یہ اعتکافِ مسنون کے دائرہ میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ اس طرح پورے رمضان کا اعتکاف کرنا غیر ضروری اور غیر مناسب ہے، بہت سے خالی الذہن مسلمانوں کو یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ پورے رمضان کا اعتکاف مسنون ہے، حالانکہ اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ، صحابہ کرامؓ، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین سے نہیں ہے۔ (ملخص از: انوارِ رسالت: ۱۸۸۔۱۹۰)

جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

اور حدیث میں اصل غور طلب بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اگرچہ گناہوں سے پاک تھے اور آپ ﷺ کے درجات انتہائی بلند تھے، اس کے باوجود شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے آپ ﷺ نے اس قدر محنت اٹھائی کہ پورا مہینہ اعتکاف کی حالت میں گزار دیا، ہم لوگ تو اس فضیلت کے کہیں زیادہ محتاج ہیں، اس لئے ہمیں اس کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے۔

آنحضرت ﷺ کا حالت اعتکاف میں تیل لگوانا

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا اعْتَكَفَ، يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ (۱)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ اعتکاف میں ہوتے تو مسجد میں بیٹھ کر اپنا سر مبارک میری طرف جھکا دیتے، اور میں آپ ﷺ کے سر اقدس میں کنگھی کر دیتی تھی، اور آپ ﷺ گھر میں قضاء حاجت کے سوا کسی اور کام کیلئے تشریف نہ لاتے تھے۔

آنحضرت ﷺ خود تو مسجد میں ہوتے اور حضرت عائشہؓ اپنے گھر میں ہوتیں، آپ ﷺ سر ذرا سا مسجد سے باہر نکال کر حضرت عائشہؓ سے کنگھی کروا لیتے تھے، اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اس طرح سر بھی دھلوا لیتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سر دھلواتے وقت آپ ﷺ کے اور حضرت عائشہؓ کے درمیان صرف دروازہ کی چوکھٹ حائل ہوتی تھی (۲) اور ابوداؤد اور ابن شیبہ کی روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ سر دھونے یا کنگھی کرتے وقت حضرت عائشہ حیض کی حالت میں بھی ہوتی تھی۔

---

(۱)صحیح مسلم ،باب جواز غسل الحائض راس زوجها، حدیث نمبر:۲۹۷

(۲)مصنف ابن ابی شیبه۳،۹۴

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ(۱)

اس طرح اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل معلوم ہوئے :

(۱) معتکف کیلئے کنگھی کرنا اور سر دھونا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ خود مسجد میں رہے اور پانی مسجد سے باہر گرے۔

(۲) دوسرے شخص سے بھی یہ کام کرائے جاسکتے ہیں اور ایسے شخص سے بھی جو مسجد سے باہر ہو، عورت سے بھی یہ کام کرایا جاسکتا ہے خواہ وہ حائضہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) معتکف کے بدن کا کچھ حصہ مسجد سے باہر نکل جائے تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ جسم کا صرف اتنا حصہ باہر ہو کہ دیکھنے والا پورے آدمی کو مسجد سے باہر نکلا ہوا نہ دیکھے۔

(۴) قضاء حاجت کیلئے معتکف اپنے گھر میں جا سکتا ہے، ان تمام مسائل کی تفصیل انشاء اللہ ''مسائل اعتکاف'' کے زیرِ عنوان آئے گی۔

حالت اعتکاف میں عیادت کا طریقہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالْمَرِيضِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ، وَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ(۲)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ آنحضرت ﷺ اعتکاف کی حالت میں کسی مریض کے پاس سے گزرتے تو نہ ٹھہرتے اور راستے سے ہٹے بغیر گزرتے ہوئے اس کا حال پوچھ لیتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ قضاء حاجت کیلئے مسجد سے باہر تشریف لاتے اور آپ

---

(۱) صحیح بخاری ،باب الحائض ترجل راس المعتکف ،حدیث نمبر: ۲۰۲۸

(۲) سنن ابی داؤد، باب المعتکف یعود المریض، حدیث نمبر: ۲۴۷۲، اس حدیث کی سند کو شعیب الارنؤوط نے ضعیف قرار دیا ہے، البتہ متن حدیث صحیح ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر کسی بیمار کے پاس سے ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو اس کی عیادت کیلئے اپنے راستے سے ہٹتے اور نہ ہی مریض کے پاس ٹھہرتے، بلکہ چلتے چلتے اس کی مزاج پرسی فرمالیتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ معتکف جب کسی شرعی عذر سے باہر نکلے تو اسے ضرورت سے زائد ایک لمحہ بھی باہر نہ ٹھرنا چاہئے، وہاں راستے میں چلتے چلتے کسی سے کوئی بات کرلے یا بیمار پرسی کرلے تو جائز ہے، لیکن اس غرض کیلئے رکنا یا راستہ بدلنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ بھی یہی عمل فرماتی تھی، ایک روایت میں ہے کہ اعتکاف کے دوران ضرورت کی وجہ سے گھر میں جاتیں، وہاں کوئی مریض ہوتا تو اس کی مزاج پرسی چلتے چلتے کرلیتی تھیں (۱)

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ : السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ :أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا، وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً، وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً، وَلَا يُبَاشِرَهَا، وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ، إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ(۲)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں معتکف کیلئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ نہ کسی کی بیمار پرسی کو جائے نہ کسی جنازہ میں شامل ہو نہ کسی عورت کو چھوئے، نہ اسکے ساتھ ملاپ کرے، اور ناگزیر ضروریات کے سوا کسی بھی ضرورت کیلئے باہر نہ نکلے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہؓ نے ان بہت سے کاموں کی تفصیل بیان فرمادی ہے جو اعتکاف کی حالت میں ممنوع ہوتے ہیں، ان سب کے تفصیلی احکام ان شاء اللہ مسائل اعتکاف کے زیرعنوان آئیں گے۔

عظیم فوائد پر مشتمل حدیث

أَنَّ صَفِيَّةَ - زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُورُهُ فِي اعْتِكَافِهِ

---

(۱) جامع الاصول: ۱/۴۱/۳، بحوالہ مؤطا مالک۔

(۲) سنن ابی داود، باب المعتکف یعود المریض، حدیث نمبر: ۲۴۷۳ شعیب الارنووط نے اس حدیث کو حسن درجہ کی کہا ہے۔

فِي المَسْجِدِ فِي العَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً، ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا، حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ المَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ، مَرَّ رَجُلاَنِ مِنَ الأَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ ، فَقَالاَ :سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا(۱)

حضرت صفیہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس اعتکاف کی حالت میں مسجد آئیں ، یہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کی بات ہے ،اور کچھ دیر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی رہیں پھر واپس گھر جانے کیلئے کھڑی ہوئیں تو آپ ﷺ بھی انہیں پہنچانے کیلئے کھڑے ہو گئے ، یہاں تک کہ مسجد کے دروازے پر حضرت ام سلمہ ؓ کے دروازے کے قریب پہنچے تو دو انصاری صحابی پاس سے گزرے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ذرا ٹھرو! یہ عورت صفیہ بنت حیی ہیں ،کوئی اور نہیں ۔انہوں نے (تعجب سے کہا) سبحان اللہ کہا اور یہ بات انہیں شاق گزری ،(کہ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں یہ خیال کیوں فرمایا کہ ان کے دل میں کوئی بدگمانی آئی ہوگی) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان سے اتنا قریب ہے جتنا انسان کا خون اس سے قریب ہوتا ہے اور مجھے خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے یہ حدیث بہت سے عظیم فوائد پر مشتمل ہے:

---

(۱)صحیح بخاری ،باب :هل يخرج المعتكف لحوائجه الى باب المسجد،حدیث نمبر:۲۰۳۵

(۱) اول تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ حالت اعتکاف میں کوئی ملنے والا آجائے تو اس سے بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ یہ خیال رہنا چاہیئے کہ اعتکاف کی حالت میں فضول بات چیت سے پرہیز لازم ہے۔

(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف سے ملنے کیلئے گھر کی کوئی عورت مسجد میں آئے تو اسکی بھی اجازت ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اول تو پردے کا مکمل اہتمام ہو، دوسرے ایسے وقت میں آئے جب مردوں کا سامنا ہونے کا امکان کم سے کم ہو، بے پردہ، بے حیائی سے بے محابا مسجد میں آنے کا کوئی جواز حدیث سے نہیں ملتا۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص ملنے کیلئے آئے تو اسے دروازہ تک پہنچانے کیلئے اس کے ساتھ جانا جائز ہے، لیکن مسجد سے باہر نہ نکلے۔

(۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف اعتکاف کی حالت میں بیوی کے ساتھ خلوت میں بات چیت کرسکتا ہے، لیکن جو میاں بیوی کے مخصوص کام ہیں وہ کرنا جائز نہیں، جیسا کہ مسائل اعتکاف میں اس کی تفصیل آرہی ہے، اور حضرت عائشہؓ کی اگلی حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چونکہ حضرت صفیہؓ نکل کر گئی تھیں، اور پردے میں ہونے کی وجہ سے اجنبیوں کیلئے ان کی جان پہچان مشکل تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصاری صحابہؓ کو بتادیا کہ یہ نکل کر جانے والی حضرت صفیہؓ ہیں۔

ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کسی بدگمانی کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے، لیکن اپنے عمل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ کوئی شخص خواہ کتنے بڑے مرتبہ کا ہو، اسے تہمت کے مقامات سے پرہیز کرنا چاہیئے اور ہر اس موقع پر بات واضح کردینی چاہیئے جہاں اسکے بارے میں کسی بدگمانی کا شائبہ ہوسکتا ہو۔

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی طرف سے بدگمانی دور کرنے کیلئے کوئی بات کہے تو یہ نہ صرف جائز، بلکہ مستحسن ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ خاص طور سے علماء کرام اور

مقتداؤں کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے، اس لئے کہ عوام کے دل و جان میں ان کی طرف سے بد اعتقادی یا بدگمانی پیدا ہوگئی تو وہ ان سے دینی فائدہ حاصل نہیں کرسکیں گے۔

(۶) اس حدیث سے ازواج مطہرات کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا حسن سلوک بھی واضح ہوتا ہے کہ اعتکاف جیسی حالت میں بھی آپ ﷺ ان کی دلداری کیلئے دروازے تک انہیں پہنچانے تشریف لے گئے۔

اعتکاف کی منت ماننا

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ، بَعْدَ أَنْ رَجَعَ مِنَ الطَّائِفِ، فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ يَوْمًا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَكَيْفَ تَرَى؟ قَالَ:"اذْهَبْ فَاعْتَكِفْ يَوْمًا"قَالَ :وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَعْطَاهُ جَارِيَةً مِنَ الْخُمْسِ، فَلَمَّا أَعْتَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَايَا النَّاسِ سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَصْوَاتَهُمْ يَقُولُونَ:أَعْتَقَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :مَا هَذَا؟ فَقَالُوا:أَعْتَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَايَا النَّاسِ، فَقَالَ عُمَرُ :يَا عَبْدَ اللهِ،اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْجَارِيَةِ، فَخَلِّ سَبِيلَهَا (۱)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ طائف سے واپسی پر جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے تو حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن کا اعتکاف کروں گا، اب آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا : جاؤ ایک دن کا اعتکاف کرلو، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت

---

(۱)صحیح مسلم، باب نذرالکافر ومایفعل اذااسلم، حدیث نمبر:۱۶۵۶

عمرؓ کے مال غنیمت میں سے ایک کنیز عطا فرمائی تھی، تو جب آنحضرت ﷺ نے (غزوۂ حنین میں) کنیز بنائی ہوئی عورتوں اور غلاموں کو آزاد کیا تو حضرت عمرؓ نے (اعتکاف کے دوران) ان کی آوازیں سنیں کہ ہمیں آنحضرت ﷺ نے آزاد کر دیا ہے؟ حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے قیدیوں کو آزاد کر دیا ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے (مجھ سے) فرمایا کہ عبداللہ! اس کنیز کے پاس جاؤ اور اسے بھی آزاد کر دو۔

فائدہ: عام اصول یہ ہے کہ کفر کی حالت میں کسی نے کوئی منت مانی ہو تو اسلام لانے کے بعد اسے پورا کرنا واجب نہیں ہوتا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا، کیونکہ وہ ایک کار خیر تھا اگرچہ وہ واجب نہ ہو لیکن موجب ثواب ضرور تھا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کفر کی حالت میں کی ہوئی نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اسلام کی حالت میں کوئی شخص اعتکاف کی نذر کر لے تو اس کا پورا کرنا اور زیادہ ضروری ہوگا، چنانچہ اس حدیث سے نذر کے اعتکاف کی اصل نکلتی ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن کے اعتکاف کی نذر بھی درست ہے۔

جعرانہ مکہ مکرمہ سے کچھ فاصلے پر طائف کے راستے میں ایک جگہ ہے آنحضرت ﷺ نے طائف کے غزوے سے واپسی پر یہاں سے راتوں رات مکہ مکرمہ تشریف لے جا کر عمرہ کیا تھا مسجد حرام چونکہ یہاں سے قریب تھی، اس لئے حضرت عمرؓ نے یہ مسئلہ پوچھا اور پھر جا کر اعتکاف کیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف کیلئے مسجد سے باہر کے حالات لوگوں سے معلوم کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ نے آزاد شدہ قیدیوں کا شور سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ماجرا پوچھا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آزاد شدہ قیدی مکے کی گلیوں میں خوشی سے دوڑتے پھر رہے تھے اس پر حضرت عمرؓ نے ان کا حال معلوم فرمایا۔

نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف کی حالت میں غلام آزاد کرنا اس قسم کے

دوسرے معاملات مثلاً نکاح وطلاق وغیرہ جائز ہیں۔

باب مسائل اعتکاف

اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کچھ وقت کیلئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں مقیم ہو جائے، اس کیلئے وقت کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، جتنا وقت بھی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھرا جائے نفلی اعتکاف ہو جائے گا۔

البتہ رمضان المبارک میں جو اعتکاف مسنون ہے اس کیلئے دس روز کی مدت مقرر ہے، اس سے کم میں سنت ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح اعتکاف واجب یعنی جسکی نذر مانی ہو وہ ایک دن ایک رات سے کم نہیں ہوسکتا۔(۱)

شرائطِ اعتکاف

(۲) اعتکاف کیلئے ضروری ہے کہ انسان مسلمان ہو عاقل ہو، لہذا کافر اور مجنون کا اعتکاف درست نہیں ہے، البتہ نابالغ بچہ جس طرح نماز روزہ ادا کرسکتا ہے اسی طرح اعتکاف

---

(۱) فالاعتكاف في الأصل سنة وإنما يصير واجبا بأحد أمرين، أحدهما :قول وهو النذر المطلق، بأن يقول :لله علي أن أعتكف يوما أو شهرا أو نحو ذلك، أو علقه بشرط، بأن يقول:إن شفى الله مريضي، أو إن قدم فلان فلله علي أن أعتكف شهرا أو نحو ذلك.والثاني فعل، وهو الشروع؛ لأن الشروع في التطوع ملزم عندنا كالنذر" بدائع الصنائع،باب الاعتكاف:۲،۱۰۸

(۲) اعتکاف خواہ واجب ہو سنت ہو یا نفل ہو اس میں اعتکاف کی نیت شرط ہے قصد و ارادہ کے بغیر مسجد میں ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے، چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لیے نیت کرنے والے کا مسلمان ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے اس لئے معتکف کا مسلمان اور عاقل ہونا شرط ہے۔

بھی کرسکتا ہے۔(۱)

هو الركن والكون في المسجد والنية من مسلم عاقل طاهر من جنابة وحيض ونفاس(۳)

عورت بھی اپنے گھر میں عبادت کی مخصوص جگہ مقرر کر کے وہاں اعتکاف کرسکتی ہے، البتہ اس کیلئے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، نیز یہ بھی لازم ہے کہ وہ حیض ونفاس سے پاک ہو۔(۴)

---

(۱)"واما البلوغ فليس بشرط حتى يصح اعتكاف الصبي العاقل كالصوم"(البحر الرائق، باب الاعتکاف ۲/ ۳۲۲) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ گذشتہ حاشیہ) نابالغ لڑکا سمجھدار ہو نماز کو سمجھتا ہو اور صحیح طریقہ سے پڑھتا ہو تو معتکف ہوسکتا ہے، لیکن یہ نفل اعتکاف ہوگا مسنون نہ ہوگا، لہٰذا نابالغ کے اعتکاف سے سنت کفایہ ادا نہیں ہوسکتا، اگر لڑکا ناسمجھ ہو تو اعتکاف نہیں بیٹھ سکتا کیونکہ اس سے مسجد کی بے ادبی کا اندیشہ ہے فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ قدیم: ۷/ ۲۸۰)

جس شخص کے بدن یا منہ میں بدبو آئے مثلاً کوئی سگریٹ، حقہ، نسوار کا پرانا عادی ہے اور اس کے منہ سے بدبو ناقابل برداشت ہو تو ایسے شخص کے لئے اعتکاف کرنا جائز نہیں، البتہ اگر بدبو تھوڑی ہو جو خوشبو وغیرہ سے دور ہو جائے اور لوگوں کو تکلیف نہ ہو، تو جائز ہے۔(فتاوی شامی، باب الاعتکاف) اسی حکم میں ہے ہر وہ شخص جس کا مرض متعدی ہو یا اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو، چونکہ لوگوں کو ایذاء رسانی سے بچانا فرض ہے، اور اعتکاف سنت ہے۔

(۳) فتاوی شامی، باب الاعتکاف،: ۳/ ۴۳۰۔

(۴) مرد جنابت سے پاک ہونا (یہ شرط اعتکاف کے جائز ہونے کیلیے ہے لہٰذا اگر کوئی شخص حالت جنابت میں اعتکاف شروع کر دے تو اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن یہ شخص گناہگار ہوگا)"في مسجد بيتهاوهو المعد لصلاتها الذي يندب لها ولكل أحد اتخاذه كما في البزازية نهر ولا ينبغي لها الاعتكاف بلا إذنه" (فتاوی شامی، باب الاعتکاف: ۲/ ۴۴۲)

اعتکاف واجب اور اعتکاف مسنون میں یہ شرط ہے کہ انسان روزہ دار ہو(۱) لہذا جس شخص کا روزہ نہ ہو وہ اعتکاف نہیں کرسکتا، البتہ نفلی اعتکاف کیلئے روزہ شرط نہیں۔(۲)

اعتکاف کی جگہ

مردوں کیلئے اعتکاف صرف مسجد ہی میں ہوسکتا ہے(۳) افضل ترین اعتکاف مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں ہے، دوسرے نمبر پر مسجد نبوی ﷺ میں، تیسرے نمبر پر مسجد اقصی میں، چوتھے نمبر پر کسی بھی جامع مسجد میں اور جامع مسجد میں اعتکاف کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کیلئے کہیں اور نہیں جانا پڑے گا، لیکن جامع مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ ہر اس مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے، جہاں پانچ وقت کی جماعت ہوتی ہو، البتہ اگر مسجد ایسی ہے جہاں پانچوں وقت نماز نہیں ہوتی تو اس میں علماء کا اختلاف ہے، تاہم محققین کے نزدیک

---

۱) اگر اعتکاف کے دوران کوئی ایک روزہ نہ رکھ سکے یا کسی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے تو مسنون اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا، علامہ شامیؒ نے بحث کرکے اسی قول کو ترجیح دیا ہے، ومنها الصوم، فإنه شرط لصحة الاعتكاف الواجب بلا خلاف بين أصحابنا، وعند الشافعي ليس بشرط، ويصح الاعتكاف بدون الصوم ... ولنا ما روي عن عائشة رضي الله عنهاعن النبي ﷺ أنه قال :لا اعتكاف إلابصوم۔(بدائع الصنائع ۲/ ۲۷۲-۲۷۴ زکریا)

(۲)وشرط الصوم لصحة الأول ومقتضى ذلك أن الصوم شرط أيضا في الاعتكاف المسنون لأنه مقدر بالعشر الأخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض أو سفر، ينبغي أن لا يصح عنه بل يكون نفلا فلا تحصل به إقامة سنة الكفاية"(فتاوى شامى باب الاعتكاف: ۲/ ۴۴۲)

(۳) مسجد نہ ہو تو کیا کرے؟

جب بستی میں مسجد ہی نہیں ہے تو جس مکان میں پنجوقتہ نماز با جماعت ادا کرنے کا انتظام ہو اس میں اعتکاف کیا جائے امید ہے کہ سنت مؤکدہ کا ثواب ملے گا / نہ کیا تو کوتاہی کا بار رہے گا جتنا ہو سکے کر گزرنا چاہیے قبول کرنا اللہ تعالی کے اختیار میں ہے وقالوا ماسقط عن المراة فى صلوتها المسجد الجامع كذلك سقط فى اعتكافها المسجد الجامع ايضا (رسائل الارکان: ۲۲۹)

ایسی مسجد میں بھی اعتکاف ہوسکتا ہے، اگرچہ افضل نہیں۔(۱)

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں

(۱) اعتکافِ مسنون: یہ وہ اعتکاف ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اکیسویں شب سے عید کا چاند دیکھنے تک کیا جاتا ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ ہر سال ان دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اس لئے اس کو اعتکاف مسنون کہتے ہیں۔(۲)

(۲) اعتکافِ نفل: وہ اعتکاف جو کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔(۳)

(۳) اعتکافِ واجب: وہ اعتکاف جو نذر کرنے یعنی منت ماننے سے واجب ہوگیا ہو، یا کسی مسنون اعتکاف کو فاسد کرنے سے اس کی قضاء واجب ہوگئی ہو۔

چونکہ ان تینوں قسموں کے احکام علیحدہ ہیں، اس لئے ہر ایک کے مسائل ذیل میں جدا

---

(۱) البتہ جس مسجد میں تراویح کی نماز ہوتی ہو اس میں اعتکاف مسنون ہے۔ وأما أفضل الاعتكاف ففي المسجد الحرام ثم في مسجده - صلى الله عليه وسلم - ثم في المسجد الأقصى، ثم في الجامع قيل إذا كان يصلى فيه بجماعة فإن لم يكن ففي مسجده أفضل لئلا يحتاجإلى الخروج ثم ما كان أهله أكثر" (فتا وی شامی ،باب الاعتكاف ۲:،۴۴۲،احسن الفتاوی :۴،۴۹۸)

(۲) أَنَّ الْحَقَّ انْقِسَامُهُ إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ وَاجِبٍ وَهُوَ الْمَنْذُورُ وَسُنَّةٍ وَهُوَ فِي الْعَشْرِ الْأَخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ وَمُسْتَحَبٍّ وَهُوَ فِي غَيْرِهِ مِنْ الْأَزْمِنَةِ(البحرالرائق ،باب الاعتكاف ۲:،۴۲۱)

۳) وَأَمَّا اعْتِكَافُ التَّطَوُّعِ فَقَدْ رَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَصِحُّ بِدُونِ الصَّوْمِ وَمِنْ مَشَايِخِنَا مَنْ اعْتَمَدَ عَلَى هَذِهِ الرِّوَايَةِ وَأَمَّا عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ فَلِأَنَّ فِي الِاعْتِكَافِ التَّطَوُّعِ عَنْ أَصْحَابِنَا رِوَايَتَيْنِ :فِي رِوَايَةٍ مُقَدَّرٌ بِيَوْمٍ، وَفِي رِوَايَةٍ غَيْرُ مُقَدَّرٍ أَصْلًا، وَهُوَ رِوَايَةُ الْأَصْلِ" (بدائع الصنائع،فصل فی شرائط صحة الاعتكاف:۲،۱۰۹)

گانہ تحریر کیئے جاتے ہیں۔

اعتکاف مسنون کے احکام

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے وہ اعتکاف مسنون ہے۔

اس اعتکاف کا وقت بیسواں روزہ پورا ہونے کے دن غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے، اور عید کا چاند ہونے تک باقی رہتا ہے، چونکہ اس اعتکاف کا آغاز اکیسویں شب سے ہوتا ہے اور رات غروب آفتاب سے شروع ہو جاتی ہے، اس لئے اعتکاف کرنے والے کو چاہئے کہ بیسویں روزے کو مغرب سے اتنے پہلے مسجد کی حدود میں پہنچ جائے کہ غروب آفتاب مسجد میں ہو۔ (۱)

رمضان شریف کے عشرہ اخیرہ کا یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی ایک بستی یا محلے میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کرلے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی، لیکن اگر سارے محلے میں سے کسی ایک نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سارے محلے والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا۔ وسنة مؤكدة في العشرالأخير من رمضان (۲)

محلے والوں کی ذمہ داری

(۱) اس سے واضح ہوگیا کہ یہ ہر محلے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے سے یہ تحقیق کریں کہ ہماری مسجد میں کوئی اعتکاف میں بیٹھ رہا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی آدمی نہ بیٹھ رہا ہو تو

---

(۱) مسنون اعتکاف کی نیت بیس تاریخ کے غروبِ شمس سے پہلے کر لینی چاہیے، اگر کوئی شخص وقت پر مسجد میں داخل ہوگیا لیکن اس نے اعتکاف کی نیت نہیں کی اور سورج غروب ہوگیا تو پھر نیت کرنے سے اعتکاف سنت نہیں ہوگا، سنت اعتکاف کی دل میں اتنی نیت کافی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلیے رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں۔

(۲) البحر الرائق، باب الاعتکاف: ۲/ ۴۲۱۔

فکر کرکے کسی کو بیٹھائیں لیکن کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں، کیونکہ عبادت کیلئے اجرت دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔(۱)

اگر محلے والوں میں سے کوئی شخص بھی کسی مجبوری کی وجہ سے اعتکاف کرنے کیلئے تیار نہ ہو تو کسی دوسرے محلے کے آدمی کو اپنی مسجد میں اعتکاف کرنے کیلئے تیار کرلیں دوسرے محلے کے آدمی کے بیٹھنے سے بھی اس محلے والوں کی سنت انشاء اللہ ادا ہو جائے گی۔(۲)

اعتکاف کا رکن

اعتکاف کا رکن اعظم یہ ہے کہ انسان اعتکاف کے دوران مسجد کی حدود میں رہیں اور حوائج ضروریہ کے سوا (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) ایک لمحے کیلئے بھی مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلے، کیونکہ اگر معتکف ایک لمحے کیلئے بھی شرعی ضرورت کے بغیر حدود مسجد سے باہر چلا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

حدودِ مسجد کا مطلب

بہت سے لوگ حدود مسجد کا مطلب نہیں سمجھتے، اور اس بناء پر ان کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ حدود مسجد کا کیا مطلب ہے؟ عام بول چال میں تو مسجد کے پورے احاطہ کو مسجد ہی کہتے ہیں، لیکن شرعی اعتبار سے یہ پورا احاطہ مسجد ہونا ضروری

---

(۱)"فی الاصل:لایجوز الاستیجار علی الطاعات" (فتاوی عالمگیری) اعتکاف کو بزنس بنانا غلط اور ناجائز ہے، اعتکاف پر پیسے لینا اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے اس سے سنت اعتکاف اہل محلہ سے ساقط نہیں ہوگا (فتاوی محمودیہ رج ۷ ارص ۲۸) اگر اس کو اجرت مسجد کے فنڈ سے دی ہے تو جن لوگوں نے مسجد کے فنڈ سے وہ روپیہ دیا ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی جیب سے مسجد کے فنڈ میں وہ روپیہ جمع کریں۔

(۲)"وسنةمؤكدة في العشر الأخير من رمضان فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين فلم يأثموا بالمواظبة على ترك بلا عذر" (فتاوی شامی ۳:ر۴۳۰،فتاوی دارالعلوم دیوبند۶:ر۵۱۲)

نہیں، بلکہ شرعاً صرف وہ حصہ مسجد ہوتا ہے جسے بانی مسجد قرار دیکر وقف کیا ہو۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمین کے حصے کا مسجد ہونا اور چیز ہے اور مسجد کی ضروریات کیلئے وقف ہونا اور چیز ہے۔ شرعاً مسجد صرف اتنے حصہ کو کہا جائے گا جسے بنانے والے نے مسجد قرار دیا ہو، یعنی نماز پڑھنے کے سوا اس سے کچھ اور مقصود نہ ہو۔ لیکن تقریباً ہر مسجد میں کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے، مثلاً وضو خانہ، غسل خانہ، استنجاء خانہ، نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ، امام کا حجرہ، گودام، وغیرہ۔ اس حصے پر شرعاً مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے، چنانچہ ان حصوں میں جنابت کی حالت میں جانا بھی جائز ہے، جبکہ اصل مسجد میں جنبی کا داخل ہونا جائز نہیں۔ ان ضروریات کے لئے مسجد والے حصے میں معتکف کا جانا بالکل جائز نہیں ہے، بلکہ اگر معتکف اس حصے میں شرعی عذر کے بغیر ایک لمحے کیلئے بھی چلا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

پھر بعض مساجد میں ضروریات مسجد والا حصہ اصل مسجد سے بالکل الگ اور ممتاز ہوتا ہے، جس کی پہچان مشکل نہیں ہوتی، لیکن بعض مساجد میں یہ حصہ اصل مسجد سے اس طرح متصل ہوتا ہے کہ ہر شخص اسے نہیں پہچان سکتا، اور جب تک بانی مسجد صراحتاً نہ بتائے کہ یہ حصہ مسجد ہے اس وقت تک اس کا پتہ نہیں چلتا۔

لہذا جب کسی شخص کا کسی مسجد میں اعتکاف کرنے کا ارادہ ہو تو اسے سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہئے کہ وہ مسجد کے بانی یا مسجد کے متولی سے مسجد کی ٹھیک ٹھیک حدود معلوم کرے، مسجد والوں کو چاہئے کہ وہ مسجد میں ایک نقشہ مرتب کر کے لٹکا دیں، جس سے حدود واضح کر دی گئی ہوں، ورنہ کم از کم بیسویں روزے کو جب معتکفین مسجد میں جمع ہو جائیں تو انہیں زبانی طور پر سمجھا دیا جائے کہ حدود کہاں کہاں تک ہیں؟

(۱) جن مسجدوں میں وضو خانے اصل مسجد سے متصل ہوتے ہیں وہاں عام طور پر لوگ وضو خانوں کو بھی مسجد کا حصہ سمجھتے ہیں اور اعتکاف کی حالت میں بھی بے کھٹکے وہاں آتے

جاتے رہتے ہیں، خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس طرح اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، وضو خانے مسجد کا حصہ نہیں ہوتے، اور معتکف کیلئے وہاں شرعی ضرورت کے بغیر جانا جائز نہیں ہے، لہذا اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے منتظمین کی مدد سے واضح طور پر معلوم کر لینا ضروری ہے کہ مسجد کی حدود کہاں ختم ہوگئی ہیں، اور وضو خانہ کی حدود کہاں سے شروع ہوئی ہیں۔

(۲) اسی طرح مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھ کر لوگ مسجد میں داخل ہوتے ہیں، وہ بھی عموماً مسجد سے خارج ہوتی ہیں۔ اس لئے معتکف کو شرعی ضرورت کے بغیر وہاں جانا جائز نہیں ہے۔

(۳) بعض مسجدوں کے صحن میں حوض بنا ہوا ہوتا ہے وہ بھی مسجد کی حدود سے خارج ہوتا ہے، لہذا اس بارے میں بھی یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حوض کے قریب مسجد کی حدود کہاں تک ہیں؟ اور حوض کی حدود کہاں سے شروع ہوئی ہیں؟ جن مسجدوں میں نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ الگ بنی ہوئی ہے وہ بھی مسجد سے خارج ہوتی ہے، معتکف کو وہاں جانا بھی جائز نہیں ہے۔

(۴) بعض مساجد میں امام کی رہائش کیلئے مسجد کے ساتھ ہی کمرہ بنا ہوا ہوتا ہے، یہ کمرہ بھی مسجد سے خارج ہوتا ہے، اور اس میں معتکف کا جانا جائز نہیں۔

(۵) بعض مساجد میں ایسا کمرہ امام کی رہائش کیلئے تو نہیں ہوتا، لیکن امام کی تنہائی کی ضروریات کیلئے بنایا جاتا ہے، اس کمرے کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو اس وقت تک اسے مسجد نہیں سمجھا جائے گا، اور معتکف کو اس میں بھی جانا جائز نہیں، ہاں اگر بانی مسجد نے اس کے مسجد ہونے کی نیت کر لی ہو تو پھر معتکف اس میں جا سکتا ہے۔

(۶) بعض مساجد میں اصل مسجد کے ساتھ بچوں کو پڑھانے کیلئے جگہ بنائی جاتی ہے، اس جگہ کو بھی جب تک بانی مسجد نے قرار نہ دیا ہو اس وقت تک معتکف کیلئے اس میں جانا

جائز نہیں۔

(۷) بعض مساجد میں مسجد کی دریاں، صفیں، چٹائیاں، اور دیگر سامان رکھنے کیلئے الگ کمرہ یا کوئی جگہ بنائی جاتی ہے، اس جگہ کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک الگ بنانے والے نے اسے مسجد قرار نہ دیا ہو، یہ جگہ مسجد نہیں ہے اور معتکف اس میں نہیں جاسکتا۔

اس تفصیل سے واضح ہوا ہوگا کہ اعتکاف کیلئے مسجد کی حدود کو متعین کرنا کس قدر ضروری ہے، لہذا معتکف کو اعتکاف شروع کرنے سے پہلے منتظمین مسجد سے حدود مسجد کو اچھی طرح معین کرلینا چاہئے۔

شرعی ضرورت کا مطلب

پھر جس مسجد کی حدود معلوم ہو جائیں تو اس کے بعد اعتکاف کے دوران شرعی ضرورت کے بغیر ان حدود سے لمحے کیلئے بھی باہر نہ نکلیں، ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(۱) شرعی ضرورت سے ہماری مراد یہاں وہ ضروریات ہیں جن کی بناء پر مسجد سے نکلنا شریعت نے معتکف کیلئے جائز قرار دیا ہے، اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، ضروریات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) پیشاب پاخانے کی ضرورت (۲) غسل جنابت جبکہ مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو (۳) وضو، جبکہ مسجد میں رہتے ہوئے وضو کرنا ممکن نہ ہو (۴) کھانے پینے کی اشیاء باہر سے لانا، جبکہ کوئی اور شخص لانے والا موجود نہ ہو (۵) مؤذن کیلئے اذان دینے کے مقصد سے باہر جانا (۶) جس مسجد میں اعتکاف کیا ہے، اگر اس میں جمعہ کی نماز کیلئے دوسری مسجد میں جانا

---

(۱) معتکف کو جو حاجات پیش آتی ہیں اس کی تین قسمیں ہیں (۱) حاجت شرعیہ (۲) حاجت طبعیہ: ایسے امور جن کے کرنے کے لئے انسان مجبور ہے اور وہ مسجد میں نہیں ہوسکتے ان کو حاجت طبعیہ کہتے ہیں جیسے پیشاب، پاخانہ، استنجاء، غسل جنابت وغیرہ (۳) حاجت ضروریہ: معتکف کو اچانک کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے جس کی وجہ سے اسے اعتکاف کی جگہ چھوڑنا پڑ جائے، ہر ایک کی تفصیل آرہی ہے۔

(۷) مسجد کے گرنے وغیرہ کی صورت میں دوسری مسجد میں منتقل ہونا۔

ان ضروریات کے علاوہ کسی اور مقصد سے باہر جانا معتکف کیلئے جائز نہیں ،اب تمام ضروریات کی کچھ تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

حاجتِ طبعیہ کے احکام

قضائے حاجت کے احکام

(۱) معتکف قضائے حاجت یعنی پیشاب پاخانے کی ضرورت سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے، جہاں تک پیشاب کا تعلق ہے، اس کیلئے مسجد کے قریب ترین جگہ جہاں پیشاب کرنا ممکن ہو وہاں جانا چاہئے، لیکن پاخانے کے لئے جانے میں تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے، اور وہاں قضائے حاجت کرنا ممکن ہے، تو اسی میں قضائے حاجت کرنا چاہئے، کہیں اور جانا درست نہیں، لیکن اگر کسی شخص کیلئے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ قضائے حاجت طبعاً ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو اس کیلئے جائز ہے کہ اس غرض کیلئے اپنے گھر چلا جائے ،خواہ مسجد کے قریب بیت الخلاء موجود ہو۔(۱)

لیکن جس شخص کو یہ مجبوری نہ ہو اور وہ مسجد کا بیت الخلاء چھوڑ کر چلا جائے تو بعض

---

(۱)(الخروج إلا لحاجة الإنسان) طبيعية كبول وغائط وغسل لواحتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد''(فتاوی شامی، باب الاعتکاف:۳،۴۰۰)

علماء کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(۱)

(۲) لیکن اگر مسجد میں کوئی بیت الخلاء نہ ہو یا اس میں قضائے حاجت ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو قضائے حاجت کیلئے اپنے گھر جانا جائز ہے، خواہ وہ گھر کتنی ہی دور ہو۔

(۳) اگر مسجد کے قریب کسی دوست یا عزیز کا گھر موجود ہو تو قضائے حاجت کیلئے اپنے اس دوست کے گھر جانا ضروری نہیں، بلکہ اس کے باوجود اپنے گھر جانا جائز ہے، خواہ اس دوست یا عزیز کے مکان کے مقابلے میں گھر دور ہو۔(۲)

(۴) اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو اس کو چاہیئے کہ قریب والے گھر میں جا کر قضائے حاجت کرے، دور والے گھر میں جانے سے بعض علماء کے نزیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(۳)

(۵) اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو خالی ہونے کا انتظار میں ٹھرنا جائز ہے، لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحے کیلئے بھی ٹھرنا جائز نہیں، اگر ٹھہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(۴)

(۶) بیت الخلاء کو جاتے یا وہاں سے آتے وقت راستے میں یا گھر میں کسی کو سلام کرنا سلام کا

---

(۱) واختلف فيما لو كان له بيتان فأتى البعيد منهما قيل فسد وقيل :لا ينبغي أن يخرج على القولين ما لو ترك بيت الخلاء للمسجد القريب“(فتاوى شامى ،باب الاعتكاف :۳،۴۳۵)

(۲) ”ولا يلزمه أن يأتي بيت صديقه القريب“(فتاوى شامى ،باب الاعتكاف:۳،۴۳۵)

(۳) ”واختلف فيما لو كان له بيتان فأتى البعيد منهما قيل فسد وقيل :لا ينبغي أن يخرج على القولين ما لو ترك بيت الخلاء للمسجد القريب“(فتاوى شامى ،باب الاعتكاف :۳،۴۳۵)

(۴) ”فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين فلم يأثموا بالمواظبة على ترك بلا عذر“(فتاوى شامى ،باب الاعتكاف:۳،۴۳۷)

جواب دینا یا مختصر بات چیت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس بات چیت کیلئے ٹھرنا نہ پڑے۔(۱)

(۷) بیت الخلا کیلئے جاتے یا وہاں سے آتے وقت تیز چلنا ضروری نہیں، آہستہ آہستہ چلنا بھی جائز ہے۔(۲)

(۸) قضائے حاجت کیلئے جاتے وقت کسی شخص کے ٹھہرانے سے ٹھہرنا نہیں چاہئے ،بلکہ چلتے چلتے اسے بتادینا چاہئے کہ میں اعتکاف میں ہوں، اس کے لئے ٹھہر نہیں سکتا، اگر کسی کے ٹھہرانے سے کچھ دیر ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، یہاں تک کہ اگر راستے میں کسی قرض خواہ نے روک لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اگر چہ صاحبین کے نزدیک ایسی مجبوری سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، اور امام سرخسیؒ نے سہولت کی بناء پر صاحبین کے ہی کے قول کے طرف رجحان ظاہر کیا ہے۔(۳) لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ کسی بھی صورت میں راستے میں نہ ٹھہرے۔(۴)

(۹) جب بیت الخلاء جانے کیلئے نکلا ہو، بیڑی سگریٹ پینا جائز ہے، بشرطیکہ اس غرض سے ٹھہرنا نہ پڑے۔(۵)

(۱۰) جب کوئی شخص قضائے حاجت کیلئے اپنے گھر گیا ہو تو قضاء حاجت کے بعد وہاں

---

(۱) إذا خرج لقضاء الحاجة واتفق له عيادة المريض والصلاة على الميت فلم ينحرف عن الطريق، ولم يقف أكثر من قدر الصلاة لم يبطل الاعتكاف، وإلا بطل" (مرقاة المفاتيح، حديث نمبر ۲۱۰۵)

(۲) "وإن كان خرج لحاجة الإنسان له أن يمشي على التؤدة كذا في النهاية، وهكذا في العناية" الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۱۲

(۳) مبسوط سرخسیؒ: ۳/ ۱۲۳

(۴) قضائے حاجت کیلئے نکلے تو تیز تیز چلنا ضروری نہیں بلکہ آرام وسکون سے چل سکتا ہے۔

(۵) فتاوی رحیمیہ قدیم: ۵/ ۱۲۰، احسن الفتاوی: ۴/ ۵۱۰۔

وضو کرنا بھی جائز ہے ۔(۱)

(۱۱) قضائے حاجت میں استنجاء بھی داخل ہے، لہذا جن لوگوں کو قطرے کا مرض ہوتا ہے، وہ اگر صرف استنجاء کیلئے باہر جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں، اسی لئے بعض فقہاء نے استنجاء کو قضائے حاجت کے علاوہ خروج کا مستقبل عذر قرار دیا ہے ۔(۲)

کھانے کے لئے مسجد سے نکلنا

اگر کسی شخص کو کوئی ایسا آدمی میسر ہے جو اس کیلئے مسجد میں کھانا پانی لا سکے تو اس کیلئے کھانا لانے کی غرض سے باہر جانا جائز نہیں، لیکن اگر کسی شخص کو ایسا آدمی میسر نہیں ہے تو وہ کھانا لانے کیلئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے (۳) لیکن کھانا مسجد میں لا کر ہی کھانا چاہئے (۴) نیز ایسے شخص کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے وقت مسجد سے نکلے جب اسے کھانا تیار مل جائے، تاہم اگر کچھ دیر کھانے کے انتظار میں ٹھہرنا پڑے تو مضائقہ نہیں ۔(۵)

معتکف کے غسل کے احکام

معتکف کو صرف احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل جنابت کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز

---

(۱)"ولا بأس بأن يدخل بيته للوضوء "(مجمع الانہر:۱/۲۵۶۔)

(۲) اسکو ضرورت شرعی میں داخل کیا ہے ۔ ۱۲۔ معتکف کی ریح (ہوا) خارج ہونے لگے اگر ممکن ہو سکے تو اس کو مسجد سے باہر جا کر خارج کرے ۔ اگر بلا اختیار مسجد ہی میں خارج ہو جائے تو بھی مضائقہ نہیں معذور ہے ۔

(۳) البحر الرائق، باب الاعتکاف: ۲/۳۲۶۔

(۴) کفایۃ المفتی: ۴/۲۳۲۔

(۵) لیکن مسجد میں جب کھانا کھائے تو ہاتھ دھونے کے لئے وضوخانہ میں جانا درست نہیں، جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، مسجد ہی میں کسی برتن میں ہاتھ دھولے ۔(احسن الفتاوی: ۴/۵۰۲)

ہے(۱) اس میں بھی یہ تفصیل ہے اگر مسجد کے اندر رہتے ہوئے غسل کرنا ممکن ہو، مثلاً کسی بڑے برتن میں بیٹھ کر اس طرح غسل کرسکتا ہو کہ پانی مسجد میں نہ گرے تو باہر جانا جائز نہیں، لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو غسل جنابت کیلئے باہر جا سکتا ہے۔(۲)

اور اس میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اگر مسجد کا کوئی غسل خانہ نہیں ہے یا اس میں غسل کرنا کسی وجہ سے ممکن نہیں یا سخت دشوار ہے تو اپنے گھر جا کر بھی غسل کر سکتے ہیں۔

غسل جنابت کے سوا کسی اور غسل کیلئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، جمعہ کیلئے غسل یا ٹھنڈک کی غرض سے غسل کرنے کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اس غرض سے مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ جمعہ کا غسل کرنا ہو یا ٹھنڈک کیلئے نہانا ہو تو اس کی ایسی صورت اختیار کی جا سکتی ہے جس سے پانی مسجد میں نہ گرے، مثلاً کسی ٹب لب میں بیٹھ کر نہا لیں، یا مسجد کے کنارے پر اس طرح غسل کرنا ممکن ہو کہ پانی مسجد سے باہر گرے تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مسنون اعتکاف میں جمعہ کے غسل ٹھنڈک کی خاطر غسل کیلئے مسجد سے باہر نہیں جانا چاہئے(۳) ہاں نفلی اعتکاف میں ایسا کر سکتے ہیں، اس صورت میں جتنی دیر غسل کیلئے با

---

(۱) احتلام سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، لیکن احتلام ہوتے ہی مسجد کی دیوار سے تیمم کرلے اور فوراً مسجد سے نکل جائے سحر کا وقت ہونے کا انتظار کرنا اور پڑے سوتے رہنا ناجائز اور گناہ ہے۔ وان احتلم فی المسجد تیمم للخروج الخ(فتاوی شامی، کتاب الطھارۃ ۱/۴۱۰، بدائع الصنائع ۲/۲۸۷)

(۲)لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد كذا في النهرفلو أمكنه من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به بدائع أي بأن كان فيه بركة ماء أو موضع معد للطهارة أو اغتسل في إناء بحيث لا يصيب المسجد الماء المستعمل"(فتاوی شامی ،باب الاعتکاف :۳/۴۳۵، کفایت المفتی ۶/۱۰۶،زکریا)

(۳)فتاوی دارالعلوم ۶/۵۰۴۔

ہر رہیں گے اتنی دیر کا اعتکاف معتبر نہیں ہوگا۔(۱)

معتکف کے وضو کے احکام

(۳) اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہیں، لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے، تو وضو کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، چنانچہ ایسی صورت میں معتکف کو وضو خانہ تک جانا بھی جائز نہیں ہے۔(۲)

بعض مسجدوں کے معتکفین کیلئے الگ پانی کی ٹونٹیاں اس طرح لگائی جاتی ہیں کہ معتکف خود تو مسجد میں بیٹھتا ہے لیکن ٹونٹی کا پانی مسجد سے باہر گرتا ہے، اگر ایسا انتظام مسجد میں موجود ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے، اور اگر ایسا انتظام نہیں ہے تو نل سے وضو کرنے کے بجائے کسی غیر معتکف سے لوٹے میں پانی منگوا کر مسجد کے کنارے پر اس طرح وضو کر لیں کہ پانی مسجد سے باہر گرے۔

(۲) لیکن اگر کسی مسجد میں ایسی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو وضو کیلئے مسجد سے باہر وضو خانے موجود نہ ہو تو کسی اور قریبی جگہ جانا جائز ہے۔(۳) اور یہ حکم ہر قسم کے وضو کا ہے خواہ وہ فرض نماز کیلئے کیا جارہا ہو یا نفلی عبادتوں کیلئے۔

۳۔ جن صورتوں میں معتکف کیلئے وضو کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے، ان میں وضو کے ساتھ مسواک، منجن یا پیسٹ سے دانت مانجھنا، صابن لگانا اور تولیہ سے اعضاء خشک کرنا بھی جائز ہے، لیکن وضو کے بعد ایک لمحے کیلئے بھی باہر ٹھہرنا جائز نہیں، اور نہ ہی راستے میں رکنا جائز

---

(۱) اس مسئلہ کی مزید تفصیل اور فقہی تحقیق ضمیمے میں ملاحظہ فرمائیں

(۲) تازہ وضو کیلئے نکلنے کی اجازت نہ ہوگی، معتکف کیلئے ہمہ وقت باوضو رہنا اور باوضو سونا بھی مناسب ہے تو ایسا کرسکتا ہے کہ وضو کر کے کم از کم دو رکعت تحیۃ الوضوء ہی پڑھ لے اور سو جائے۔(فتاوی رحیمیہ)

(۳) ومقدماتها ليدخل الاستنجاء والوضوء والغسل لمشاركتها لهما في الاحتياج وعدم الجواز في المسجد اھ فافهم"(فتاوی شامی، باب الاعتکاف ۳:۴۳۵)

ہے۔(۱)

معتکف کی اذان

۱۔اگرکوئی مؤذن اعتکاف میں بیٹھا ہواور اسے اذان دینے کیلئے مسجد سے باہر جانا پڑے تو اس کیلئے باہر نکلنا جائز ہے، مگر اذان کے بعد نہ ٹھہرے۔(۲)

۲۔اگرکوئی شخص باقاعدہ مؤذن تو نہیں ہے لیکن کسی وقت کی اذان دینا چاہتا ہے تو اس کیلئے بھی اذان کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے۔(۳) بڑے گاؤں یا بڑے شہر کے ہر مسجد میں

---

(۱)لیکن اگر صرف مسواک یا منجن کے لئے مسجد سے نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا،اسی طرح –وضو سر پہلے بلاقصدِ وضو وضوخانہ میں بیٹھ کر صابن سے ہاتھ منہ دھونے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(شمائل کبریٰ ۸/۲۰۰)

(۲)(أو)شرعية كعيد وأذان لومؤذنا وباب المنارة خارج المسجد"(فتاوی شامی،باب الاعتکاف۳:،۴۳۵)

(۳)وذلك إنما يتأتى بالأذان وهو بهذا الخروج غير معرض عن تعظيم البقعة أصلا بل هو ساع فيمايزيدفي تعظيم البقعة فلهذا لايفسداعتكافه"(مبسوط سرخسی،باب الاعتکاف ۳،۱۲۶)

اعتکاف کا نظم ہونا چاہئے۔(۱)

معتکف کے نمازِ جمعہ کے احکام

(۱) بہتر یہ ہے کہ اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے جس میں نماز جمعہ ہوتی ہو، تا کہ جمعہ کیلئے باہر نہ جانا پڑے، لیکن اگر کسی مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، مگر پنج وقتہ نماز ہوتی ہے تو اس مسجد میں اعتکاف کرنا۔(۲)

(۲) ایسی صورت میں نماز جمعہ پڑھنے کیلئے دوسری مسجد میں جانا بھی جائز ہے، لیکن اس غرض کیلئے ایسے وقت اپنی مسجد سے نکلے جب اسے اندازہ ہو کہ جامع مسجد پہنچنے کے بعد وہ چار رکعت سنت ادا کرے گا تو اس کے فوراً بعد خطبہ شروع ہو جائے گا۔(۳)

(۳) جب کسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے گیا ہو تو فرض پڑھنے کے بعد سنتیں بھی وہاں پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کے بعد ٹھہرنا جائز نہیں، تاہم اگر ضرورت سے زیادہ ٹھہر گیا تو چونکہ مسجد میں ٹھہرا ہے اس لئے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔(۴)

(۴) اگر کوئی شخص جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے کیلئے گیا اور وہاں جا کر باقی ماندہ

---

(۱) احسن الفتاوی ۴ / ۴۹۸۔ لیکن اگر کسی وجہ سے محلہ کی کسی ایک مسجد میں بھی اعتکاف ہو جائے سنتِ کفایہ ادا ہو جائے گی، کوشش ہر مسجد میں اعتکاف کرنے کی ضرور کرنی چاہئے۔ "وقیل سنة علی الکفایة حتی لو ترک اهل بلدة بامرهم یلحقهم الاسائة والافلا کالتاذین" (مجمع الانہر: ۱/ ۲۵۵، تحفۂ رمضان: ۱۰۱)

(۲) مرقاۃ المفاتیح: ۴/ ۵۳۰

(۳) يخرج في وقت يمكنه أن يأتي الجامع فيصلي أربع ركعات قبل الأذان عندالمنبروبعد الجمعة يمكث بقدرما يصلي أربع ركعات أو ستاعلى حسب اختلافهم في سنة الجمعة كذا في الكافي" (فتاوی شامی، باب الاعتکا ف ۴: ۴۳۶)

(۴) مع سنتها يحكم في ذلك رأيه، ويستن بعدهاأربعا أو ستا على الخلاف، ولو مكث أكثر لم يفسد لأنه محل له وكره تنزيها لمخالفة ما التزمه بلا ضرورة" (فتاوی شامی، باب الاعتکاف ۲، ۴۴۶)

اعتکاف اسی مسجد میں پورا کرنے کیلئے وہیں ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔(۱)

مسجد سے منتقل ہونا

ہر معتکف کیلئے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے۔ لیکن اگر کوئی ایسی شدید مجبوری آجائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے، مثلاً وہ مسجد منہدم ہو جائے، خروجه إلى مسجد آخر بانهدام المسجد (۲) کوئی شخص زبردستی وہاں سے نکال دے یا وہاں رہنے میں جان ومال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے، اور اس غرض کیلئے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا (۳) بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے، بلکہ سیدھا مسجد میں چلا

---

(۱) "ولا ينبغي أن يقيم في المسجد الجامع بعد صلاة الجمعة إلا مقدار ما يصلي بعدها أربعا أو ستا على الاختلاف ولو أقام يوما وليلة لا ينتقض اعتكافه، لكن يكره له " بدائع الصنائع ۲:ص۱۱۴، فتاوى عالمگیری، باب الاعتکاف ۱:ص۲۱۲

(۲) فتاوی شامی، باب الاعتکاف۔

(۳) کسی بھی وجہ سے پولس گرفتار کرنے آجائے یا ایسی گواہی دینا ضروری ہو جو شرعاً معتکف کے ذمے واجب ہے جیسے مدعی کا حق اسکی گواہی پر موقوف ہے اگر معتکف گواہی نہ دے تو مدعی کا حق فوت ہو جائے گا۔ یا کوئی پانی میں ڈوب رہا ہے یا آگ میں گر پڑا ہے یا سخت بیمار ہو گیا یا گھر والوں میں سے کسی کی جان، مال، آبرو کا خطرہ ہے یا جنازہ کی نماز کوئی بھی پڑھانے والا نہیں یا جہاد میں شریک ہونا فرض عین ہو گیا یا کسی نے زبردستی ہاتھ پکڑ کر مسجد سے نکال دیا یا جماعت کے نمازی سب چلے گے اب مسجد میں جماعت کا انتظام نہیں رہا اس قسم کی سب حاجتیں حاجاتِ ضروریہ کہلاتی ہیں۔ ان صورتوں میں اعتکاف ترک کر دے اور بعد میں قضا کرلے، ترکِ اعتکاف کا گناہ نہیں ہوگا۔

جائے۔(۱)

نماز جنازہ، اور عیادت

(۱)عام حالات میں کسی معتکف کیلئے نماز جنازہ میں شرکت کیلئے، یا کسی کی بیمار پرسی کیلئے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں، لیکن اگر قضائے حاجت کیلئے نکلا تھا اور ضمناً راستے میں کسی کی بیمار پرسی کرلی یا کسی کی نماز جنازہ میں شرکت کرلی تو جائز ہے اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔(۲)

لیکن شرط یہ ہے کہ نماز جنازہ یا عیادت مریض کی نیت سے نہ نکلے، بلکہ نیت قضائے حاجت کی ہو اور بعد میں یہ کام کرلے، کیونکہ اگر ان کاموں کی نیت سے نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ نماز جنازہ اور عیادت کیلئے راستے سے ہٹنا نہ پڑے، بلکہ یہ کام راستے ہی میں ہو جائیں، پھر عیادت مریض تو چلتے چلتے کرنی چاہئے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے چلتے بیمار پرسی کرلیتے تھے، اس غرض کیلئے رکتے نہ تھے۔(۳)

---

(۱) فإن خرج من المسجد بعذر بأن انهدم المسجد أو أخرج مكرها فدخل مسجدا آخر من ساعته لم يفسد اعتكافه استحسانا هكذا في البدائع. وكذا لو خاف على نفسه أو ماله فخرج هكذا في التبيي (فتاوى عالمگيرى ۱:ر۲۱۲،فتح القدير ۲:ر۳۹۵)

(۲)ويجوزحمل الرخصةعلى مالو خرج لوجه مباح كحاجةالإنسان أوالجمعة وعاد مريضا أو صلى على جنازة من غير أن يخرج لذلك قصدا وذلك جائز"(فتاوى شامى ۳:ر۴۳۷،بدائع الصنائع۲:ر۱۱۴)

(۳) عنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالْمَرِيضِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ، وَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ (سنن ابى داؤد باب المعتكف يعود المريض ،حديث نمبر ۲۴۷۲: اس حدیث کی سند کو شعیب الارنو وط نے ضعیف قرار دیا ہے، البتہ متن حدیث صحیح ہے۔

اورنماز جنازہ میں شرط ہے کہ نماز کے بعد بالکل نہ ٹھہرے۔(۱)

(۲) اس کے علاوہ اگر اعتکاف کی نیت کرتے وقت ہی یہ شرط طے کر لی تھی کہ میں اعتکاف کے دوران کسی مریض کی عیادت یا نماز جنازہ میں شرکت یا کسی علمی و دینی مجلس میں شامل ہونے کیلئے جانا چاہوں گا تو اس صورت میں ان اغراض کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے، اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، لیکن اس طرح اعتکاف نفلی ہو جائے گا، مسنون نہ رہے گا۔اس مسئلہ کی مزید تفصیل ضمیمے میں ملاحظہ فرمائے۔

---

(۱) يجوز للمعتكف الخروج لصلاة الجمعة وعيادة المريض وصلاة الجنازة، وعند الأئمة الأربعة إذا خرج لقضاء الحاجة واتفق له عيادة المريض والصلاة على الميت فلم ينحرف عن الطريق، ولم يقف أكثر من قدر الصلاة لم يبطل الاعتكاف، وإلا بطل" (مرقاة المفاتيح:۴، ۳۳۰)

باب مفسداتِ اعتکاف

مندرجہ ذیل چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے:

(۱) جن ضروریات کا پیچھے ذکر کیا گیا ہے، اس کے سوا کسی بھی مقصد سے اگر کوئی معتکف حدود مسجد سے باہر جائے، خواہ یہ باہر نکلنا ایک ہی لمحے کیلئے ہو، تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے(۱) واضح رہے کہ مسجد سے نکلنا اس وقت کہا جائے گا جب پاؤں مسجد سے اس طرح باہر نکل جائیں کہ اسے عرفاً مسجد سے نکلنا کہا جا سکے، لہذا اگر صرف سر مسجد سے باہر نکال دیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔(۲)

(۲) اسی طرح اگر کوئی معتکف شرعی ضرورت سے باہر نکلے، لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحے کیلئے بھی ٹھہر جائے تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔(۳)

(۳) بلا ضرورت شرعی مسجد سے باہر نکلنا خواہ جان بوجھ کر ہو، یا بھول کر، یا غلطی سے (پاخانہ، پیشاب کے لئے نکلا فارغ ہونے کے بعد ٹھہر گیا، یا رک کر کسی سے باتیں کرنے لگا) بہر صورت اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر بھول کر یا غلطی سے باہر نکلا ہے تو اس سے اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔(۴)

(۴) کوئی شخص احاطہ مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سمجھ کر اس میں چلا گیا، حالانکہ درحقیقت وہ حصہ مسجد میں شامل نہ تھا، تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ گیا، اسی لئے شروع میں عرض کیا گیا

---

(۱)فلو خرج ولو ناسيا ساعة زمانية لارملية كما مر بلا عذر فسد،(فتاوى شامى ،باب الاعتكاف)

(۲) لأنه لا يغلب وقوعه وأراد بالخروج انفصال قدميه احترازا عما إذا خرج رأسه إلى داره فإنه لا يفسد اعتكافه"(البحرالرائق،باب الاعتكاف ۲:۳۲۶)

(۳)ولا يمكث بعد فراغه من الطهور"(فتاوى شامى ،باب الاعتكاف ۲:۴۴۹)

(۴)(فلو خرج) ولو ناسياساعة زمانية لارملية كما مربلا عذر فسد"(فتاوى شامى ،باب الاعتكاف ۲:۴۵۰)

ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے حدودِ مسجد اچھی طرح معلوم کر لینی چاہئیں۔

(۵) اعتکاف کیلئے چونکہ روزہ شرط ہے، اس لئے روزہ توڑ دینے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، خواہ یہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلا عذر، جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا ہو، ہر صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہو گیا جو روزے کے منافی تھا، مثلاً صبح صادق طلوع ہونے کے بعد تک کھاتا رہے، یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ افطار کا وقت ہو چکا ہے، یا روزہ یاد ہونے کے باوجود کلی کرتے وقت غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا، تو ان تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا رہا اور اعتکاف بھی ٹوٹ گیا۔(۱) لیکن اگر روزہ ہی یاد نہ رہا، اور بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس سے بھی روزہ بھی نہیں ٹوٹا اور اعتکاف بھی فاسد نہیں ہوا۔(۲)

(۶) جماع کرنے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے خواہ یہ جماع جان بوجھ کر کرے

---

(۱) ولا بأکل ناسیا لبقاء الصوم بخلاف آکلہ عمدا ورد تہ" فتاوی شامی، باب الاعتکاف: ۲/ ۴۵۰۔

(۲) (۱) بال اور حجامت بنوانے کے لئے نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔(۲) جمعہ کے غسل کے لئے جو مستحب ہے مسجد سے باہر غسل خانہ میں جانے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔(۳) منجن، برش، مسواک، کلی کرنے کے لئے نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، البتہ وضو کے ضمن میں یہ سب کام درست ہیں (۴) بیڑی، سگریٹ پینے (اسی طرح نسوار ڈالنے) کے لئے مسجد سے باہر نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ اور مسجد میں ان چیزوں کا استعمال جائز نہیں، البتہ بیت الخلاء کرتے ہوئے یہ کام درست ہے۔(۵) گاؤں میں جہاں جمعہ واجب نہیں اگر اس مسجد سے معتکف جمعہ پڑھنے کے لئے نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (شمائل کبریٰ ۸/ ۲۰۰)(۶) کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لئے مسجد سے نکلا تو اعتکاف فاسد ہو گیا۔ (احسن الفتاویٰ ۴/ ۵۱۰)(۷) وضو کے بعد وضو خانہ پر کھڑے ہو کر رومال سے وضو کا پانی خشک کیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ۴/ ۵۱۷)(۸) اعتکاف کے دوران کوئی ووٹ ڈالنے یا کوئی ماسٹر صاحب ٹیوشن پڑھانے یا بیمار ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے مسجد سے نکلے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۳/ ۱۵۸)(۹) اگر مسجد میں پانی ٹھنڈا ہے اور سردی زیادہ ہے اور گرم پانی سے وضو کرنے کیلئے گھر جاتا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر سرد پانی سے وضو کرنے میں زیادہ دقّت ہوتی ہے اور مرض لاحق ہونے کا یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۷/ ۲۹۷) اگر زیادہ مشقت نہیں مرض کا بھی اندیشہ نہیں پھر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

یا سہواً، دن میں کرے یا رات میں، مسجد میں کرے یا مسجد سے باہر، اس سے انزال ہو یا نہ ہو ،ہر صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

۷۔ بیوی سے بوس وکنار اعتکاف کی حالت میں ناجائز ہے، اور اگر اس سے انزال ہو جائے تو اس سے اعتکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے، لیکن انزال نہ ہو تو ناجائز ہونے کے باوجو د اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔(۱)

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے؟

(۱) اعتکاف کے دوران کوئی ایسی بیماری پیدا ہوگئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں ہے تو ایسی صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے ورنہ نہیں۔(۲)

(۲) کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کیلئے بھی اعتکاف توڑ کر باہر نکل آنا جائز ہے۔(۳)

(۳) والدین بیوی بچوں میں سے کسی کی سخت بیماری کی وجہ سے بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے

(۴) کوئی شخص زبردستی باہر نکال کر لے جائے، مثلاً حکومت کی طرف سے گرفتاری کا وارنٹ آجائے تو بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے(۴)

---

(۱)(وبطل بوطء في فرج) أنزل أم لا (ولو) كان وطؤه خارج المسجد (ليلا) أو نهارا عامدا (أو ناسيا) في الأصح لأن حالته مذكرة (و) بطل (بإنزال بقبلة أو لمسة(فتاوى شامی، باب الاعتکاف ۲:۔۴۵۱)

(۲)"الطبيعية بما لابدمنها ومالا يقضى في المسجد"(فتاوى شامی،باب الاعتکاف ۳:۔۴۳۵)

(۳)إذا خرج لإنقاذ غريق أو حريق أو جهاد عم نفيره فسد، ولا يأثم"(فتاوى شامی، باب الاعتکاف ۳۔۴۳۸)

(۴) وإخراج ظالم كرها"(فتاوى شامی،باب الاعتکاف:۳۔۴۳۸)

(۵) اگر کوئی جنازہ آجائے اور کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو تب بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔(۱)
ان تمام صورتوں میں باہر نکلنے سے گناہ تو نہیں ہوگا، لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

اعتکاف ٹوٹنے کا حکم

(۱) مذکورہ بالا وجوہ میں سے جس وجہ سے بھی اعتکاف مسنون ٹوٹا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ جس میں اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اس دن کی قضاء واجب ہوگی، پورے دس دن کی قضاء واجب نہیں ہوگی (۲) اور اس ایک دن کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی رمضان میں وقت باقی ہو تو اسی رمضان میں کسی دن غروب آفتاب سے اگلے دن غروب آفتاب تک کی نیت سے اعتکاف کرلیں، اور اگر اس رمضان میں وقت باقی نہ ہو یا کسی وجہ سے اس میں اعتکاف ممکن نہ ہو تو رمضان کے علاوہ کسی بھی دن روزہ رکھ کر ایک دن کیلئے اعتکاف کیا جاسکتا ہے، اور اگلے رمضان میں قضا کرے تو بھی قضا صحیح ہو جائے گی، لیکن زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، اس لئے جلد از جلد قضا کرلینی چاہئے۔

(۲) اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں، بلکہ عشرۂ اخیرہ کے باقی ماندہ ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھا جاسکتا ہے، اس طرح سنت مؤکدہ تو ادا نہیں ہوگی، لیکن نفلی اعتکاف کا ثواب ملے گا، اور اگر اعتکاف کسی غیر اختیاری بھول

---

(۱) إذا كان لعذرلا يفسده إذاخرج لجنازة وإن تعينت عليه" (فتح القدير، باب الاعتكاف ۲، ۳۹۶)

(۲) کیونکہ یہ اعتکاف سنت ہے اور ہر دن کا اعتکاف مستقل عبادت ہے۔ سنت شروع کرنے سے لازم ہوتی ہے۔ جس دن کا اعتکاف ٹوٹا وہ شروع کرنے سے لازم ہوگیا لہذا اس کی قضا لازم ہوگی۔ اور جو پہلے دن ہیں وہ ادا ہوگئے۔ اور جو بعد والے دن ہیں ان میں اعتکاف شروع نہیں کیا تو لازم بھی نہیں ہوا۔ مثلاً ۲۴ رمضان کو اعتکاف ٹوٹا تو صرف ۲۴ ر تاریخ کی قضا لازم ہے، کیونکہ ۲۴ ر تاریخ تک اعتکاف ہر دن مستقل عبادت ہے، وہ ادا ہوگیا، ۲۴ ر کے بعد شروع نہیں ہوا لہذا لازم بھی نہیں ہوا، تو صرف ایک دن کی قضا لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۴ / ۵۱۱)

چوک کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ عشرہ اخیرہ کا ثواب اپنی رحمت سے عطا فرمادیں۔ اس لئے اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں بہتر یہی ہے کہ عشرۂ اخیرہ ختم ہونے تک اعتکاف جاری رکھیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے بعد اعتکاف جاری نہ رکھے تو یہ بھی جائز ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے اس دن باہر چلا جائے اور اگلے دن سے بہ نیت نفل پھر اعتکاف شروع کردے۔

(۳) ایک دن کے اعتکاف کی قضا کا طریقہ اگرچہ فقہاء نے صاف صاف نہیں لکھا لیکن قواعد سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہو تو صرف دن کی قضاء واجب ہوگی، یعنی قضا کیلئے صبح صادق سے پہلے داخل ہو اور روزہ رکھے، اور اسی روز شام کو غروب آفتاب کے وقت نکل آئے، یعنی شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، رات بھر وہاں رہے، روزہ رکھے، اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے (کیونکہ یہ اعتکاف واجب ہے اور اعتکافِ منذور کا حکم یہی ہے۔)

باب آدابِ اعتکاف

اعتکاف کا مقصد چونکہ یہ ہے کہ انسان دوسرے تمام مشاغل سے کنارہ کش ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی یاد کی طرف اپنے آپ کو لگائے، اس لئے اعتکاف کے دوران غیر ضروری کاموں اور باتوں سے بچنا چاہیئے، اور جس قدر وقت ملے نوافل پڑھنے، تلاوت قرآن اور دوسری عبادتوں اور اذکار و تسبیحات میں وقت گزارنا چاہیئے۔ نیز علم دین کے پڑھنے اور پڑھانے، وعظ و نصیحت کرنے اور دینی کتابوں کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ موجب ثواب ہے۔

مباحاتِ اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل کام بلا کراہت جائز ہیں:

(۱) کھانا پینا (۲) سونا (۳) ضروری خرید و فروخت کرنا بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے، اور خرید و فروخت ضروریات زندگی کیلئے ہو، لیکن مسجد کو تجارت گاہ بنانا جائز نہیں۔(۱)

---

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے جعفر بن عقیل سے فرمایا تم نے خادم خریدا؟ انہوں نے کہا کنت معتکفاً میں اعتکاف بیٹھا تھا۔ فرمایا "ماذا علیک لواشتریت" خرید لیتے تو کیا حرج تھی؟ "اشارالیٰ جواز الشراء فی المسجد" مسجد میں خرید و فروخت کے جواز کی طرف اشارہ فرمادیا۔،، (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع باب الاعتکاف) رہی وہ حدیث پاک جس میں مسجدوں میں خرید و فروخت سے منع فرمایا گیا ہے، وہ اس صورت میں ہے کہ مسجدوں کو منڈی، بازار بنالیا جائے کہ لین دین ہو رہا ہے، مال تجارت ان کی طرف لایا جائے۔ اس فرمان کو مستحب کا درجہ دیا جائے گا تاکہ دلائل میں ممکنہ حد تک موافقت پیدا ہو" اما الحدیث محمول علیٰ اتخاذ المساجد متاجرا کا السوق یباع فیھا وتنقل الا متعة الیھا ویحمل علی الندب والاستحباب تو فیقا بین الد لائل بقدر الامکان" (فتح القدیر، شرح ہدایہ: ۳/۱۲۲) اور فتاوی شامی میں ہے "وخص المعتکف بأکل وشرب ونوم وعقد احتاج إلیه لنفسه أو عیاله فلو لتجارة کره کبیع" (فتاوی شامی ،باب الاعتکاف: ۳/۴۴۰)

(۴) حجامت کرانا (لیکن بال مسجد میں نہ گریں)

(۵) بات چیت کرنا (لیکن فضول گوئی سے پرہیز ضروری ہے[۱])

(۶) نکاح یا کوئی اور عقد کرنا[۲]

(۷) کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا۔[۳]

(۸) مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا اور نسخہ لکھنا یا دوا بتا دینا۔[۴]

(۹) قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا۔[۵]

(۱۰) کپڑے دھونا اور کپڑے سینا۔[۶]

(۱۱) ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا۔[۷]

نیز جتنے بھی اعمال اعتکاف کیلئے مفسد یا مکروہ نہیں ہیں اور فی نفسہ بھی حلال ہیں وہ سب اعتکاف کی حالت میں جائز ہیں۔

مکروہات اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل امور مکروہ ہیں:

---

(۱)(وتکلم إلا بخير) وهومالاإثم فيه"(فتاوى شامى، باب الاعتكاف)

(۲)عقد خواہ اپنا ہو یا کسی اور کا دونوں درست ہے" بالمبايعة إلى كل عقد احتاج إليه فله أن يتزوج ويراجع"(البحرالرائق ،باب الاعتكاف:۲،۳۲۶)

(۳) خلاصۃ الفتاوی: ۱/۲۶۹۔

(۴) فتاوی دارالعلوم دیوبند جدید: ۶/۵۰۱۔

(۵)(كقراءة قرآن وحديث وعلم) وتدريس في سير الرسول عليه الصلاة والسلام وقصص الأنبياء عليهم السلام وحكايات الصالحين وكتابة أمور الدين"(فتاوى شامى، باب الاعتكاف:۳،۴۴۲)

(۶) مصنف ابن ابی شیبہ عن عطاء: ۱۱/۹۴۔

(۷) صحیح قول یہ ہے کہ مسجد سے باہر نکل جانا چاہئے، اور روایت مطلق ہونے کی وجہ سے معتکف اور غیر معتکف دونوں کو شامل ہے، یعنی مسجد میں ریح خارج نہیں کرنی چاہئے معتکف ہو یا غیر معتکف (امداد الفتاوی: ۲/۱۵۳)

(۱) بالکل خاموشی اختیار کرنا، کیونکہ شریعت میں بالکل خاموش رہنا کوئی عبادت نہیں، اگر خاموشی کو عبادت سمجھ کر کرے گا تو بدعت کا گناہ ہوگا، البتہ اگر اس کو عبادت نہ سمجھے، لیکن گناہ سے اجتناب کی خاطر حتی الامکان خاموشی کا اہتمام کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں (۱) البتہ جہاں ضرورت ہو وہاں بولنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۲) فضول اور بلا ضرورت باتیں کرنا بھی مکروہ ہے، ضرورت کے مطابق تھوڑی گفتگو تو جائز ہے، لیکن مسجد کو فضول گوئی کی جگہ بنانے سے احتراز لازم ہے

(۳) سامان تجارت مسجد میں لا کر بیچنا بھی مکروہ ہے۔ (۲)

(۴) معتکف کا مسجد کی اتنی جگہ گھیر لینا جس سے دوسرے معتکفین یا نمازیوں کو تکلیف پہنچے۔

(۵) اجرت پر کتابت کرنا یا کپڑے سینا یا دنیوی تعلیم بھی معتکف کیلئے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے (۳) البتہ جو شخص اس کے بغیر ایامِ اعتکاف کی روزی بھی نہ کما سکتا ہو، اس کیلئے بیع پر قیاس کر کے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

اعتکافِ منذور کے احکام

اعتکاف کی دوسری قسم اعتکافِ منذور ہے۔ (۴) یعنی وہ اعتکاف جو کسی شخص نے نذر مان کر اپنے ذمہ واجب کر لیا ہو۔ اس قسم کے اعتکاف کی ضرورت چونکہ بہت کم پیش آتی ہے، اس لئے اس کے صرف ضروری مسائل اختصار کے ساتھ ذیل میں لکھے جاتے ہیں،

---

(۱) ویکرہ تحریماصمت إن اعتقده قربة وإلا لا لحدیث من صمت نجا ویجب أي الصمت کما في غرر الأذکار عن شر لحدیث رحم الله امرأ تکلم فغنم أو سکت فسلم وتکلم إلا بخیر وهو ما لا إثم فیه'' (فتاوی شامی، باب الاعتکاف)

(۲) معتکف کو حالت اعتکاف میں مسجد کے اندر اجرت لیکر کوئی کام کرنا جائز نہیں۔

(۳) وکذاکره فیه التعلیم والکتابة والخیاطة بأجر وکل شيء (البحرالرائق، باب الاعتکاف : ۲، ۳۲۷)

(۴) صحت نذر اعتکاف کی وجہ ضمیمے میں ملاحظہ فرمائیں۔

تفصیل کیلئے کتب فقہ کی طرف رجوع کیا جائے یا کسی مفتی سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

نذر کا طریقہ

صرف کسی عبادت کی انجام کا دل دل میں ارادہ کر لینے سے نذر نہیں ہوتی، بلکہ نذر کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا ضروری ہے، چنانچہ اگر کسی شخص نے دل ہی دل میں ارادہ کر رکھا ہے کہ فلاں دن اعتکاف کروں گا تو صرف ارادے سے اعتکاف کرنا واجب نہیں ہوگا، نیز زبان سے بھی اگر صرف ارادے کا اظہار کیا، مثلاً یہ کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ فلاں دن عتکاف کروں گا؛ تو اس سے بھی نذر منعقد نہیں ہوگی۔(۱) بلکہ نذر کیلئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا جملہ استعمال کرے جس کا مفہوم یہ نکلتا ہو کہ میں نے اعتکاف کو اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے، یا جو عرفاً نذر کے معنی میں استعمال ہوتا ہو، مثلاً یہ کہے کہ فلاں دن اعتکاف کرنے کی منت مانتا ہوں یا میں نے فلاں دن کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کرلیا یا اللہ تعالی سے عہد کرتا ہوں کہ میں فلاں دن کا اعتکاف کروں گا یا اللہ تعالی نے اگر فلاں بیمار کو تندرست کر دیا تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا ان تمام صورتوں میں نذر صحیح ہو جائے گی اور اعتکاف واجب ہو جائے گا۔اس کی علمی تحقیق ضمیمے میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) اگر کسی شخص نے کہا انشاء اللہ میں فلاں دن میں اعتکاف کروں گا تو اس سے نذر منعقد نہیں ہوئی، اور اعتکاف اس کے ذمہ واجب نہیں، اب اعتکاف کرے تو اچھا ہے اور نہ کرے تو بھی جائز ہے۔

(۳) اور اگر ان شاء اللہ کہے بغیر یہ کہا کہ فلاں دن اعتکاف کروں گا، اور منت یا عہد وغیرہ کا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا، تو ظاہر یہ ہے کہ اس سے بھی نذر منعقد نہیں ہوئی، لیکن احتیاطاً اس کے مطابق عمل کرلے تو بہتر ہے۔

---

(۱) ولزمه الليالي بنذره بلسانه اعتكاف أيام ولاءأي متتابعة وإن لم يشترط التتابع "فتاوی شامی، باب الاعتکاف ۳: ۴۴۳، امدادالفتاوی: ۲، ۴۸۵۔

نذر کی قسمیں اور ان کے احکام

نذر کی دو قسمیں ہیں، نذر معین اور نذر غیر معین (۱) نذر معین کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص مہینے یا دنوں میں اعتکاف کی نیت کرے، مثلاً یہ نذر مانے کہ شعبان کے آخری عشرے میں اعتکاف کروں گا، اس صورت میں انہی دنوں میں اعتکاف کرنا واجب ہوگا جن دنوں کی نذر مانی ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے ان دنوں میں روزہ نہ رکھ سکے تو دوسری تاریخوں میں قضاء کرے۔(۱)

(۲) دوسری قسم نذر غیر معین کی ہے جس میں کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہ کی ہو مثلاً یہ نذر مانی کہ تین دن کا اعتکاف کروں گا، تو ان تمام دنوں میں اعتکاف کرنا جائز ہے جن میں روزہ رکھنا جائز ہوتا ہے، اور ان دنوں میں اعتکاف کرنے سے نذر پوری ہو جائے گی۔(۲)

نذر کی ادائیگی کا طریقہ

(۱) اعتکاف منذور کیلئے روزہ شرط ہے، لہذا خواہ یہ اعتکاف رمضان میں کر رہا ہو یا غیر رمضان میں ہر حالت میں روزہ کے ساتھ اعتکاف کرنا لازم ہوگا۔ بأن الصوم إنما هو شرط في المنذور. (۳)

(۲) اگر کسی شخص نے ایک دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو اس پر صرف ایک دن کا اعتکاف واجب ہوگا، چنانچہ اسے چاہئے کہ صبح صادق سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے، اور شام کو غروب آفتاب کے بعد باہر نکلے، ہاں اگر ایک دن اعتکاف کی نذر مانتے وقت دل

---

(۱) واجب النذر بلسانه وبالشروع فلونذراعتكاف شهررمضان لزمه وأجزأه صوم رمضان لو قال:لله علي أن أعتكف شهرا بغيرصوم فعليه أن يعتكف ويصوم" (فتاوی شامی، باب الاعتکاف:۳، ۴۳۰)

(۲) البحر الرائق، باب الاعتکاف: ۲/ ۳۲۳۔

(۳) البحر الرائق، باب الاعتکاف: ۲/ ۳۲۳۔

میں یہ نیت تھی کہ چوبیس گھنٹے اعتکاف کروں گا، یعنی رات اعتکاف میں بسر کروں گا، تو پھر چوبیس گھنٹے کا اعتکاف لازم ہوگا۔(۱) اس صورت میں اسے چاہئے کہ رمضان کے اعتکاف کی طرح غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد باہر نکلے۔

(۳) اگر صرف ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہوئی، اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، کیونکہ رات کے وقت روزہ نہیں ہوسکتا، اور اعتکاف بغیر روزے کے ممکن نہیں، اور اگر نذر مانتے وقت یہ نیت تھی کہ دن بھی نذر میں داخل ہے، تب بھی نذر درست نہ ہو گی، اور کچھ واجب نہ ہوگا۔(۲)

(۴) اگر دو یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی تو مکمل دن اعتکاف کرنا لازم ہوگا۔

(۵) اگر دو یا زیادہ راتوں کے اعتکاف نذر کی تب بھی دونوں راتوں ودنوں کا اعتکاف کرنا ہوگا۔(۳)

(۶) اگر دو یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر کی اور نیت یہ تھی کہ صرف دن میں اعتکاف کروں گا اور رات کو مسجد سے باہر آجایا کروں گا تو یہ نیت شرعاً درست ہے، اس صورت میں صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا، چنانچہ ایسا شخص روزانہ صبح صادق سے پہلے مسجد میں جائے، اور غروب آفتاب کے بعد آجائے۔

(۷) اگر دو یا زیادہ راتوں کا اعتکاف کرنے کی نذر کی اور نیت صرف رات کے وقت

---

(۱)فإن قال لله علي أن أعتكف يوما فقط سواء نواه أو لم تكن له نية ولا يدخل ليلته ويدخل المسجد قبل الفجر ويخرج بعد الغروب" البحرالرائق ،باب الاعتكاف ۲:۳۲۸

(۲) لو نذر اعتكاف ليلة لم يصح؛ لأن الصوم من شرطه والليل ليس بمحل له"(البحرالرائق ،باب الاعتكاف ۲:۳۲۳)

(۳)وليلتان بنذر يومين) يعني لزمه اعتكاف ليلتين مع يوميهما إذا نذر اعتكاف يومين"(البحرالرائق ،باب الاعتكاف ۲:۳۲۸)

اعتکاف کرنے کی تھی تو کچھ واجب نہ ہوگا۔(۱)

(۸) جن صورتوں میں بھی اعتکاف کی نذر میں دن کے ساتھ رات شامل ہو، ان سب صورتوں میں طریقہ یہی ہو گا کہ غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، یعنی رات سے اعتکاف کی ابتدا کرے۔

(۹) جب ایک سے زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی ہوتو ان دنوں میں پے در پے روزانہ اعتکاف کرنا واجب ہے، بیچ میں وقفہ کرکے اعتکاف نہیں کرسکتا، مثلاً کسی شخص نے نذر مانی کہ ایک مہینہ کا اعتکاف کرنا واجب ہے، اگر کسی دن اعتکاف چھوٹ گیا تو ازسرنو پورے مہینے کا اعتکاف واجب ہوگا، ہاں اگر نذر کرتے وقت یہ صراحت کردے کہ تیس متفرق دنوں میں اعتکاف کروں گا تب وقفے کے ساتھ بھی اعتکاف کرسکتا ہے۔(۲)

اعتکافِ منذور کا فدیہ

(۱) اگر کسی شخص نے اعتکاف کی نذر مانی، اور اسے نذر پوری کرنے کا وقت بھی ملا لیکن وہ نذر ادا نہ کرسکا یہاں تک کہ موت کا وقت آگیا، تو اس پر واجب ہے کہ ورثاء کو اعتکاف کے بدلے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کرے، اور ایک دن کے اعتکاف کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔(۳)

(۲) اعتکاف مسنون کو توڑنے سے جو قضاء واجب ہوتی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ

---

(۱) ولو نذر ثلاثين ليلة ونوى الليالي خاصة صح؛ لأنه نوى الحقيقة ولا يلزمه شيء؛ لأن الليالي ليست محلا للصوم كذا في الكافي" (البحرالرائق، باب الاعتكاف: ۳،۳۲۸)

(۲) یہ تمام مسائل البحر الرائق، ص ۳۲۸، ج ۲: کے حوالے سے ہیں۔

(۳) ولو نذراعتكاف شهرفمات أطعم لكل يوم نصف صاع من برأوصاعامن تمرأوشعيرإن أوصى كذا في السراجية ويجب عليه أن يوصي هكذا في البدائع وإن لم يوص، وأجازت الورثة جاز ذلك" فتاوى قاضي خان على الهنديه: ۱،۲۱۴۔

اگر قضاء کا وقت ملنے کے باوجود نہ قضاء کی تو فدیہ واجب ہوگا، ورنہ نہیں۔

اعتکافِ منذور کی پابندیاں

اعتکاف منذور میں وہ تمام پابندیاں ہیں جن کا مفصل بیان اعتکاف مسنون میں کیا گیا ہے، جن کاموں کیلئے نکلنا جائز ہے ان کیلئے یہاں بھی نکلنا جائز ہے، اور جن کاموں کیلئے وہاں جائز نہیں، یہاں بھی جائز نہیں۔

البتہ یہاں اتنا فرق ہے کہ اگر کوئی شخص نذر کرتے وقت زبان سے یہ بھی کہہ دے کہ میں نماز جنازہ یا عیادت مریض کیلئے یا کسی درس یا وعظ میں یا علمی و دینی مجلس میں شرکت کیلئے اعتکاف سے باہر آجایا کروں گا تو ان کاموں کیلئے باہر آنا جائز ہوگا، اور ان کاموں کیلئے باہر آنے سے اعتکاف منذور کی ادائیگی میں فرق نہ ہوگا۔(۱)

نفلی اعتکاف

(۱) اعتکاف کی تیسری قسم نفلی اعتکاف ہے، اس قسم کیلئے نہ وقت کی شرط ہے، نہ روزے کی، نہ دن کی، نہ رات کی، بلکہ انسان جب چاہے جتنے وقت کیلئے چاہے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہوجائے، اسے اعتکاف کا ثواب ملے گا۔(۲)

(۲) رمضان شریف کے آخر عشرے میں ایک دن سے کم کی نیت سے اگر اعتکاف کریں تو وہ بھی نفلی اعتکاف ہوگا۔ نفلی اعتکاف یوں تو ہر زمانے میں ہوسکتا ہے، لیکن رمضان شریف میں زیادہ ثواب ہے۔

---

(۱)ولوشرط وقت النذر الالتزام أن یخرج إلی عیادة المریض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوزله ذلك کذافي التتارخانیة ناقلا عن الحجة" (فتاوی هندیة ۱:۲۱۲)

(۲)(وأقله نفلا ساعة) من لیل أونهارفلوشرع في نفله ثم قطعه لایلزمه قضاؤه" فتاوی شامی، باب الاعتکاف.

(۳) یہ ایسا آسان عمل ہے کہ اس کی انجام دہی میں نہ وقت زیادہ لگانا پڑتا ہے، نہ محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے، اور ثواب مفت میں ملتا ہے، صرف دھیان اور نیت کی بات ہے، اس کے باوجود اگر ہم اس ثواب سے محروم رہیں تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ اللہ تعالی کی رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان یہ عادات ڈال لے کہ جب کسی بھی کام کیلئے مسجد میں جائے، اعتکاف کی نیت کرلے، تاکہ اس فضیلت سے محروم نہ رہے۔

(۴) نفلی اعتکاف اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک آدمی مسجد میں رہے، اور باہر نکلنے سے ختم ہو جاتا ہے۔(۱)

(۵) نفلی اعتکاف کرنے والے نے جتنی دیر یا جتنے دن اعتکاف کرنے کی نیت کی ہو اس کو پورا کرنا چاہئے، لیکن اگر کسی وجہ سے پہلے باہر نکلنا پڑے تو جتنی دیر اعتکاف میں رہا اتنی دیر کا ثواب مل گیا، اور باقی واجب نہیں۔(۲)

(۶) اگر کسی شخص نے مثلا تین دن کے اعتکاف کی نیت کی تھی، لیکن مسجد میں داخل ہونے کے بعد کوئی ایسا کام کرلیا جس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، تو اس کا اعتکاف پورا ہو گیا، یعنی اعتکاف ٹوٹنے سے پہلے جتنی دیر مسجد میں رہا اتنی دیر کا ثواب مل گیا، اور کوئی قضا بھی واجب نہیں ہوئی، اب اگر چاہے تو مسجد سے نکل آئے، اور چاہے تو نئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرا رہے اور بہتر یہ ہے کہ اس صورت میں جتنے دن اعتکاف کی نیت کی تھی اتنے دن پورا کرلے۔

(۷) جن لوگوں کو رمضان شریف میں مسنون اعتکاف کرنے کا موقع نہ ملتا ہو، ان کو چاہئے کہ وہ اعتکاف کی فضیلت سے محروم نہ رہیں، بلکہ نفلی اعتکاف کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے

---

(۱) إذا دخل المسجد بنية الاعتكاف فهو معتكف ما أقام تارك له إذا خرج فكان ظاهر الرواية واستنبط المشايخ منه أن الصوم ليس من شرطه على ظاهر'' (البحرالرائق ،باب الاعتكاف:۳،۳۲۳)

(۲) ''أما النفل فله الخروج لأنه منه لا مبطل'' (فتاوى شامى،باب الاعتكاف)

ہوئے جتنے دن اعتکاف کر سکتے ہوں نفلی اعتکاف کرلیں، یہ بھی ممکن نہ ہوتو چند گھنٹے کا اعتکاف کرلیں، اور کم از کم مسجد میں جاتے ہوئے یہ نیت کرہی لیا کریں کہ جتنی دیر مسجد میں رہیں گے، اعتکاف کی حالت میں رہیں گے۔

باب عورتوں کے اعتکاف کے احکام

(۱) اعتکاف کی فضیلت صرف مردوں کیلئے خاص نہیں، بلکہ عورتیں بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں، لیکن عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں، بلکہ ان کا اعتکاف گھر میں ہو سکتا ہے وہ اسطرح کہ گھر میں جو جگہ نماز پڑھنے اور عبادت کیلئے بنائی ہوئی ہو، اسی جگہ اعتکاف میں بیٹھ جائیں، اور اگر پہلے سے گھر میں ایسی مخصوص جگہ نہ ہوتو اعتکاف سے پہلے ایسی کوئی جگہ بنالیں، اور اس میں اعتکاف کرلیں۔(۱)

(۲) اگر گھر میں نماز کیلئے کوئی مستقل جگہ بنی ہوئی نہ ہو، اور کسی وجہ سے ایسی جگہ مستقل طور پر بنانا بھی ممکن نہ ہوتو گھر کے کسی حصے کو عارضی طور پر اعتکاف کیلئے مخصوص کر کے وہاں عورت اعتکاف کرسکتی ہے۔(۲)

(۳) اگر عورت شادی شدہ ہوتو اعتکاف کیلئے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کیلئے اعتکاف کرنا جائز نہیں۔(۳) لیکن شوہروں کو چاہئے کہ وہ بلا وجہ عورتو

---

(۱) لبث (امراة في مسجد بيتها) ويكره في المسجد، ولا يصح في غيرموضع صلاتها من بيتها كما إذا لم يكن فيه مسجد ولا تخرج من بيتها إذا اعتكفت فيه" فتاوی شامی، باب الاعتكاف

(۲) "والمرأة تعتكف في مسجد بيتها اذا اعتكفت فی مسجد بيتها" (عالمگیری ص ۱/۲۱۱) اگر پورا کمرہ نماز کیلئے مختص ہے تو اس میں اعتکاف درست ہے اور اگر کمرہ نماز کیلئے مختص نہیں ہے تو پہلے پورے کمرے کو نماز کیلئے مختص کریں تب اس میں اعتکاف درست ہوگا۔

(۳) ولا ينبغي لها الاعتكاف بلاإذنه" (فتاوى شامى ،باب الاعتكاف)

ں کو اعتکاف سے محروم نہ کریں، بلکہ اجازت دیدیا کریں۔(۱)

(۴) اگر عورت نے شوہر کی اجازت سے اعتکاف شروع کر دیا، بعد میں شوہر منع کرنا چاہے تو اب منع نہیں کر سکتا، اور منع کرے گا تو بیوی کے ذمہ اس کی تعمیل واجب نہیں۔(۲)

(۵) عورت کے اعتکاف کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حیض (ایام ماہواری) اور نفاس سے پاک ہو۔(۳)

(۶) لہٰذا عورتوں کو اعتکاف مِسنون شروع کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ ان دنوں میں اس کی ماہواری کی تاریخیں آنے والی تو نہیں ہیں۔ اگر تاریخیں رمضان کے آخری عشرے میں آنے والی ہوں تو مسنون اعتکاف نہ کرے، ہاں تاریخیں شروع ہونے سے پہلے تک نفلی اعتکاف کرسکتی ہے۔(۴)

(۷) اگر کسی عورت نے اعتکاف شروع کر دیا، پھر اعتکاف کے دوران ماہواری شروع ہو گئی تو اس پر واجب ہے کہ ماہواری شروع ہوتے ہی فوراً اعتکاف چھوڑ دے، اس صورت میں جس دن اعتکاف چھوڑا ہے صرف اس دن کی قضاء واجب ہوگی، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد کسی دن روزہ رکھ کر اعتکاف کرلے، اگر رمضان کے دن باقی ہوں تو رمضان میں بھی قضاء کرسکتی ہے، اس صورت میں رمضان کا روزہ کافی ہوجائے گا، لیکن پاک ہونے پر رمضان ختم ہوجائے تو رمضان کے بعد کسی دن خاص طور پر اعتکاف ہی کیلئے روزہ رکھ کر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء کرلے۔

---

(۱) اگر شوہر بیوی کو اعتکاف کی اجازت دے چکا تو پھر اس کے بعد اس کو منع کرنے کا اختیار نہیں اور اگر منع کرے گا تو بیوی کے ذمہ اس کی تعمیل واجب نہیں۔ (عالمگیری ۲/۳۱)

(۲) فإن منعها بعد الإذن لا يصح منعه" (فتاوى شامى ،باب الاعتكاف ۳:۴۳۵)

(۳) والنية من مسلم عاقل طاهر من جنابة وحيض ونفاس شرطان" (فتاوى شامى، باب الاعتكاف ۳:۴۳۵)

(۴) کیا ایک عورت کے اعتکاف سے ساری بستی کے لوگ گناہ سے بچ سکتے ہیں؟ ترک اعتکاف کے گناہ سے بستی والے اس وقت بری ہوں گے جب کہ کم از کم ایک آدمی ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں پنج وقتہ نماز ہوتی ہو، محض عورت کے اعتکاف سے یہ سنت مِئوکدہ ادا نہ ہوگی۔

(۸) عورت نے گھر کی جس جگہ اعتکاف کیا ہو وہ اس کیلئے اعتکاف کے دوران مسجد کے حکم میں ہے، وہاں سے شرعی ضرورت کے بغیر ہٹنا جائز نہیں، وہاں سے اٹھ کر گھر کے کسی اور حصے میں بھی نہیں جاسکتی، اگر جائے گی تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(۱)

(۹) عورت کیلئے بھی اعتکاف کی جگہ سے ہٹنے کے وہی احکام ہیں جو مردوں کے ہیں ، جن ضروریات کی وجہ سے مردوں کو مسجد سے ہٹنا جائز ہے، اور جن کاموں کیلئے مردوں کو مسجد سے نکلنا جائز نہیں، اس لئے عورتوں کو چاہئے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے ان تمام مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں جو اعتکاف مسنون کے عنوان کے تحت پیچھے بیان کئے گئے ہیں۔(۲)

(۱۰) عورتیں اعتکاف کے دوران اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے سینے پرونے کا کام کرسکتی ہیں (۳) مگر خود اٹھ کر نہ جائیں، نیز بہتر یہ ہے کہ اعتکاف کے دوران ساری توجہ تلاوت، ذکر، تسبیحات،

---

(۱) چنانچہ اعتکاف کے کمرے سے دوسرے کمرے میں جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ ''فتلک البقعة فی حقها کمسجد الجماعة فی حق الرجل لاتخرج منه الالحاجة الانسان كذا في شرح المبسوط للامام السرخسي... ولو لم يكن في بيتها مسجد تجعل موضعا منه مسجدا فتعتكف فيه كذا في الزاهدی''(فتاوی هندية ۱:۱۱۲)

(۲) وسنة مؤكدة في العشر الأواخر من رمضان أي سنة كفاية كما في البرهان وغيره لاقترانها بعدم الإنكار على من لم يفعله من الصحابة (درمختار) قال في الشامية:قوله:أي سنة على الكفاية نظيرها إقامة التراويح بالجماعة فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين فلم يأثموا بالمواظبة على الترك بلا عذر، ولو كان سنة عين لأثموا بترک السنة المؤكدة إثماً دون اسم ترک الواجب(شامي ۳،۴۳۱-۴۳۰ زکریا، احسن الفتاویٰ ۴،۴۹۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) گھر میں اگر اور کوئی نہ ہو جو کھانا پکاسکے تو ضرورت کی وجہ سے اپنے اعتکاف کی جگہ میں ہی کھانا پکاسکتی ہیں۔

اور عبادت کی طرف رہے، دوسرے کاموں میں زیادہ وقت صرف نہ کریں۔(۱)

ان ضروری احکام پر اس مختصر رسالے کو ختم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو تمام مسلمانوں کیلئے مفید بنائیں، اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمين وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين.

ضمیمہ برائے اہلِ علم

بعض مسائل کی علمی تحقیق

اس رسالے میں چونکہ اعتکاف کے احکام عام مسلمانوں کیلئے جمع کئے گئے ہیں، جن کو دلائل کی ضرورت نہیں، اس لئے اس میں فقہی دلائل ذکر نہیں کئے گئے۔ البتہ بعض مسائل کے دلائل چونکہ اہل علم کیلئے ضروری معلوم ہوتے ہیں، اس لئے ان کو مختصراً ضمیمے کی شکل میں ذکر کیا جارہا ہے۔ واللہ الموفق

اعتکاف میں غسل جمعہ کا مسئلہ

اس رسالے میں مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اعتکاف مِسنون (اور اعتکاف منذور) میں غسلِ جمعہ کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، احقر کو تحقیق سے یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے غسل جمعہ کیلئے نکلنے کی بھی اجازت دی ہے، مثلاً حضرت شیخ عبدالحق

---

(۱) عورت کا اعتکاف کی حالت میں بچوں کو دودھ پلانا جائز ہے۔ اعتکاف والی عورت کے ساتھ کمرے میں گھر کے دوسرے افراد رہ سکتے ہیں، کھانا کھا سکتے ہیں۔ مگر دنیاوی اور فضول باتوں سے پرہیز کریں۔ معتکف عورت اپنی اعتکاف کی جگہ سے حاجتِ شرعیہ، حاجتِ طبعیہ اور حاجتِ ضروریہ کے بغیر نکلے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، خواہ بھول کر ہی کیوں نہ ہو، یا کسی کے زبردستی نکال دینے سے ہی کیوں نہ ہو، البتہ ان صورتوں میں گناہ نہ ہوگا۔

صاحب محدث دہلوی ؒ نے فقہی دلیل یا فقہاء کا کوئی خاص حوالہ ذکر نہیں فرمایا۔

نیز حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ نے (احکام القرآن ۱/ ۱۹۰) پر ”ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسا جد“ میں ”الاکلیل ۲/ ۱۲۰“ کے حوالہ سے جواز کا نقل کیا ہے ،اور ”الاکلیل“ میں جواز کیلئے خزانۃ الروایات اور فتوی الحجۃ کا حوالہ دیا گیا ہے ۔اس کے علاوہ حضرت مخدوم ہاشم ٹھٹھوی کی بیاض سے بحوالہ ”کنزالعباد“ بھی جواز نقل فرمایا گیا ہے ۔(۱)

لیکن فقہی دلا ئل کی روشنی میں یہ قول نہایت مرجوح اور ضعیف معلوم ہوتا ہے،جس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تمام فقہاء کرام ؒ نے حاجات طبعیہ میں صرف تین چیزیں ذکر فرمائی ہیں، بول، غائط،اور غسل احتلام ،چنانچہ درمختار میں ہے ۔الا لحا جۃ الانسان طبعیۃ کبول وغائط وغسل لواحتلم۔(۲)اس میں لواحتلم کی قید صراحۃ غسل جمعہ کو خارج کر رہی ہے ۔”لان مفاھیم کتب الفقہ حجۃ“ علامہ شامی ؒ نے بھی اس قید کو برقرار رکھا ہے ،اوراس پر کوئی مزید کلام نہیں فرمایا۔

(۲) اعتکاف میں اصل یہ ہے کہ خروج بالکل جائز نہ ہو،البتہ جہاں جوازِ خروج کی کوئی دلیل شرعی آجائے گی ،صرف وہاں جواز کا حکم لگایا جائے گااور جوازِ خروج کے باب میں اصل حضرت عائشہ ؓ کی حدیث ہے:وکان لایدخل البیت الالحاجۃ الانسان لایدخل البیت الا لحاجۃ الانسان (۳)

اس ”حاجۃ الانسان“ کی جو تفسیر اصحاب المذہب سے منقول ہے اس میں غسل جمع کی کوئی گنجائش نہیں ،چنانچہ برجندی شرح وقایہ میں ہے:وحاجۃ الانسان بالبول والغائط وقدصرح بہ فی الکفی (حاشیہ برجندی علی شرح وقایہ)

---

(۱)منقول از رسالہ: اعتکاف مؤلفہ سید محمد حسن صاحب کراچی،ص ۸۰ مسئلہ :۲۶۶

(۲) فتاوی شامی،باب الاعتکاف: ۲/ ۱۲۳۔

(۳) صحیح مسلم،باب جواز غسل الحائض راس زوجھا،حدیث نمبر: ۲۹۷۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیر الکافی میں کی گئی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ الکافی امام محمدؒ کی ان چھ کتابوں کا مجموعہ ہے جن کی روایات کو ظاہر الروایۃ کہتے ہیں، لہٰذا یہ تفسیر ظاہر الروایۃ کی ہے، اور شاید اس میں غسل احتلام کو حاجت طبعیہ ہونے کی بناء پر شامل نہیں کیا گیا۔

''حاجۃ الانسان'' کی دوسری تفسیر مجمع الانہر میں کی گئی ہے :

الاالحاجۃالانسان کالطھارۃ ومقدماتھاوھذا التفسیر احسن من ان یفسر بالبول والغائط تدبر. (۱) علامہ شامیؒ نے بھی اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے۔ (فتاوی شامی باب الاعتکاف)

اس تفسیر میں بھی طہارت سے مراد طہارت واجبہ ہی ہو سکتی ہے، کیونکہ وضو علی الوضو کے لئے نکلنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

(۳) ''حاجۃ الانسان'' کا لفظ عرفاً بھی بول و براز وغیرہ کیلئے استعمال ہوتا ہے، لیکن غسل جمعہ پر اس کا اطلاق عرفاً نہیں ہوتا۔

(۴) لفظ حاجت پر غور کیا جائے تو اس سے مراد حاجت لازمہ ہی ہو سکتی ہے، ورنہ حاجات غیر لازمہ بے شمار ہیں، ان سب کو مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر سال مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اعتکاف فرمایا، اور ہر اعتکاف میں جمعہ بھی لازماً آتا تھا، لیکن ثابت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل جمعہ کیلئے اعتکاف سے باہر تشریف لے گئے ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے یہاں تک تو بتا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اقدس حُجرے کی طرف جھکا دیتے اور میں اندر بیٹھ کر کنگھی کر دیا کرتی تھی لیکن غسل جمعہ کیلئے نکلنے کا کہیں ذکر نہیں فرمایا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اس کیلئے نکلتے تو یہ خروج ضرور منقول ہوتا۔

ان وجوہ کی بناء پر اعتکاف مسنون میں غسل جمعہ کیلئے خروج جائز نہیں معلوم ہوتا۔

جہاں تک ان اقوال کا تعلق ہے جو جواز پر دلالت کرتے ہیں، ان کے بارے میں عرض یہ ہے کہ ان میں بعض تو قطعاً نا قابل اعتبار ہیں، مثلاً خزانۃ الروایات کے

---

(۱) (مجمع الانہر ص ۲۵۶، ج ۲)

بارے میں حضرت مولا ناعبدالحمید لکھنوی تحریر فرماتے ہیں : خزانۃ الرویات کتاب غیر معتبر ہے آگے لکھتے ہیں:

والحکم ان لایوخذ منها ماخالف الکتب المعتبرةوماوجد فیها ولم یوجد فی غیرها یتوقف فیه لم یدخل فی اصل شرعی. (النافع الکبیر)

اسی طرح کنزالعباد کے بارے میں لکھا ہے کہ: کتاب الکنزالعباد فی

"شرح الاورادمملوء من المسائل الواهية والاحادیث الضعیفة "

اسکے علاوہ جن کا حوالہ اس سلسلے میں ملتا ہے وہ بھی غیر معروف کتابیں ہیں جو نایاب بھی ہیں، لہٰذا ان کی مراجعت کر کے تحقیق بھی نہیں کی جاسکتی

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے بھی صرف اتنا لکھا ہے کہ: اما غسل جمعہ روایتے صریح تران از اصول نمی یا یم جزا آنکہ در شرح او گفتہ است کہ بیرون می آمد برائے غسل فرض باشد یا نفل۔(۱)

لیکن اس میں بھی یہ مذکور نہیں کہ شرح سے کونسی شرح مراد ہے؟ اور شرح کی اس بات کی بنیاد کیا ہے؟ لہٰذا اس پر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فتوی کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ بعض علماء نے یہ فرمایا ہے کہ بول و براز کیلئے مسجد سے باہر جائے تو ضمناً غسل بھی کرتا آئے، اس کی اجازت ہے، لیکن اس اجازت کی کوئی بنیاد احقر کو فقہ وحدیث میں نہیں ملی، بلکہ حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد اس کے خلاف ہے کہ: **كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالْمَرِيضِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ، وَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ(۲)**

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مریض کیلئے بھی نہیں ٹھیرتے تھے، اور ظاہر ہے کہ غسل جمعہ کیلئے

---

۱) اشعۃ اللمعات: ۲/۱۲۰۔

۲) سنن ابی داؤد، باب المعتکف یعود المریض، حدیث نمبر: ۲۴۷۲، اس حدیث کی سند کو شعیب الارنؤوط نے ضعیف قرار دیا ہے، البتہ متن حدیث صحیح ہے۔

ٹھہرنا پڑے گا جو اعتکاف کے منافی ہے ۔لہذا اعتکاف مسنون میں غسل جمعہ کیلئے خروج کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی ۔

ابتدائے اعتکاف کے وقت استثناء

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آجکل یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ اگر اعتکاف مسنون کیلئے بیٹھتے وقت شروع ہی میں نیت کرلی جائے کہ میں عیادت کیلئے باہر جایا کروں گا تو پھر اعتکاف کے دوران ان اغراض کیلئے باہر جانا جائز ہو جاتا ہے۔

لیکن اس مسئلہ میں دو غلط فہمیاں عموماً پائی جاتی ہیں :

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ اعتکافِ منذور کے بارے میں تو درست ہے کہ نذر کے وقت ان اشیاء کا استثناء معتبر ہوتا ہے، لیکن اعتکافِ مسنون کے بارے میں یہ استثناء درست معلوم نہیں ہوتا، جہاں احقر نے تلاش کیا استثناء کا جزئیہ صرف فتاوی عالمگیری میں یہ ملتا ہے کہ کسی اور متداول کتاب میں موجود نہیں، اور فتاوی عالمگیریہ کی عبارت ہے :

ولو شرط وقت النذ ر ولا لتزام ان یخرج الی عیادۃ المریض وصلاۃ الجنازۃ وحضور مجلس العلم یجو ز له ذالک کذا فی التتارخانیة ناقلا عن الحجة ولو شرط وقت النذر الالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك كذا في التتارخانية ناقلا عن الحجة(۱)

اس عبارت میں وقت النذر کا لفظ بتا رہا ہے کہ مراد اعتکاف منذور ہے، نیز آگے دو تین مسائل بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

وھذا کله فی الا عتکا ف الوا جب ،اما فی النفل فلا با س بان

(۱) فتاوی ہندیہ، باب الاعتکاف ۔

يخرج بعذر وغيره هذا كله في الاعتكاف الواجب أما في النفل فلابأس بأن يخرج بعذر وغيرههذا كله في الاعتكاف الواجب أما في النفل فلا بأس بأن يخرج.(۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مسئلہ اعتکافِ واجب سے متعلق ہے، اور اعتکافِ مسنون کا حکم یہاں بیان نہیں کیا گیا۔ اور چونکہ آنحضرت ﷺ سے اس قسم کا کوئی استثناء ثابت نہیں ہے، اس لئے اعتکاف مسنون میں صحت استثناء کیلئے مستقل دلیل چاہئے جو کہ مفقود ہے۔ لہٰذا اعتکاف کو علی الوجہ المسنون ادا کرنے کیلئے استثناء کی گنجائش مناسب معلوم نہیں ہوتی، ظاہر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکاف مسنون شروع کرتے وقت یہ نیت کرلے تو پھر اس کا اعتکاف مسنون نہ رہے گا، بلکہ نفلی بن جائے گا، اور جتنی دیر مسجد سے باہر رہے گا اتنی دیر اعتکاف شمار نہیں ہوگا۔ لیکن چونکہ شروع ہی میں نیت مسنون کے بجائے نفلی کی ہوگئی تھی، اس لئے نکلنے سے قضاء بھی واجب نہیں ہوگی۔ البتہ فرق یہ پڑے گا کہ اگر مسجد کے تمام معتکفین اسی نیت کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھیں گے تو سنت مؤکدہ علی الکفایہ ادا نہیں ہوگی۔ غور کرنے سے احقر کو اس مسئلے کی حقیقت یہ سمجھ میں آئی ہے، اور اسی کے مطابق رسالے کے متن میں مسئلہ لکھ دیا ہے، اس مسئلہ میں دوسرے علماء سے رجوع کرلیا جائے تو بہتر ہے، اور اگر کسی اہل علم کو اعتکاف مسنون میں استثناء کی دلیل معلوم ہو تو احقر کو مطلع فرمادیں تو ممنون ہوں گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ نذر میں استثناء کی صحت کیلئے صرف دل دل میں نیت کرلینا کافی نہیں، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ جس طرح نذر صرف ارادہ کرلینے سے منعقد نہیں ہوتی، بلکہ اس کیلئے الفاظ نذر کا زبان سے ادا کرنا لازمی ہے، اسی طرح استثناء بھی صرف نیت سے نہیں ہوگا، بلکہ نذر کرتے وقت زبان ہی سے استثناء کی ادائیگی بھی ضروری ہوگی، ورنہ خروج جائز نہیں ہوگا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) فتاوی ہندیہ، باب الاعتکاف۔

صحتِ نذر اعتکاف کی وجہ

فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق اعتکاف کی نذر صحیح ہو جاتی ہے، اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے، لیکن اس پر ایک علمی اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ نذر کی صحت کیلئے فقہاء کرام نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ نذر صرف اس فعل کی صحیح ہوتی ہے جو عبادت مقصودہ ہو اور جنس سے کوئی واجب پایا ہو، لیکن اعتکاف کی جنس سے کوئی واجب موجود نہیں ہے، اس لئے مذکورہ قاعدے کی رو سے اعتکاف کی نذر منعقد نہ ہونی چاہئے۔

علامہ برجندیؒ نے اس اشکال کا جواب واضح طور پر دیا ہے، مناسب معلوم ہوا کہ اہل علم کیلئے اس کو انہی الفاظ میں نقل کر دیا جائے، فرماتے ہیں :

فلو نذر ان النذر ينفتقى كو ن المنذر فيه قربة ونفس الليث فى المسجد ليس قربه اذليس الله تعالى واجب من جنسه كما فى الصوم والصلوة ونحوهما، لكن لما كان الغر ض الاصلى منه الصلوة بالجما عة، والصوم شرط له كان التزامه الجماعة اوللصو م شرط له كان التزمه الجماعة اوللصوم وهما من القرب

(برجندى شرح الوقاية)

یعنی اگر چہ نفس مسجد میں ٹھہرنا کوئی ایسی عبادت نہیں جس کی جنس سے کوئی واجب موجود ہو، لیکن چونکہ اس کا مقصد اصلی نماز باجماعت ہے، اور روزہ اس کیلئے شرط ہے، لہٰذا اعتکاف کی نذر نماز اور روزے کی نذر کو متضمن ہے، جو (قابل نذر) عبادت ہیں، اس لئے اعتکاف کی نذر درست ہو جاتی ہے۔

علامہ شامیؒ نے بھی اس مسئلے پر کتاب الایمان میں بحث فرمائی ہے، اور اس کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ لبث فی المسجد کی جنس سے قعدہ اخیرہ فرض ہے، نیز وقوف بعرفہ فرض ہے، لیکن ان تمام وجوہ کو نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

ثم قد يقال:تحقق الاجماع على لزوم الاعتكاف بالنذر موجب اهدار اشتراط وجوب واجب من جنسه.(فتاوی شامی، باب الاعتکاف)

جس کا حاصل یہ ہے کہ اعتکاف کی نذر کی صحت عام قاعدے میں تو داخل نہیں ہوتی، لیکن چونکہ اس نذر کی صحت پر اجماع منعقد ہو گیا ہے، اس لئے اسے معتبر مانا جائے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم اعلمہ اتم واحکم

بعض خاص اعمال

اعتکاف کے دوران چونکہ انسان کو دوسرے تمام کاموں سے منہ موڑ کر مسجد میں جا پڑتا ہے، اس لئے اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے، اور اس کو فضول باتوں یا آرام طلبی کی نذر کرنے کی بجائے زیادہ تلاوت، عبادت، ذکر اللہ تسبیحات واوراد میں صرف کرنا چاہیئے۔

اعتکاف کیلئے خاص نفلی عبادتیں متعین نہیں ہیں، بلکہ جس وقت جس عبادت کی توفیق ہو جائے اسے غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ البتہ بعض عبادتیں ایسی ہیں جن کی عام حالات میں توفیق نہیں ہوتی، اعتکاف ان عبادتوں کی انجام دہی کا بہترین موقع ہے۔ اس لئے چند اعمال کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے، تاکہ معتکف حضرات کیلئے باعث سہولت ہو۔

صلوۃ التسبیح

صلوۃ التسبیح کا ایک خاص طریقہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ بڑے اہتمام سے سکھایا تھا، اور فرمایا تھا:

اس طرح کی نماز دن میں ایک بار پڑھ لیا کریں، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو مہینے میں ایک مرتبہ، اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ، نیز اس نماز کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ؛ اگر تمہارے گناہ عالج کے ریت کے برابر ہوں تب بھی اس نماز کی بدولت اللہ

تعالی تمہاری مغفرت فرمادیں گے۔(۱)

فائدہ: عالج ایک کانام ہے جوسخت ریتلے علاقے میں واقع تھی، جہاں ریت بہت ہوتی تھی۔(۲) لہٰذا مطلب یہ ہے کہ گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں، اس نماز کی بدولت ان کی مغفرت کی امید ہے۔

چنانچہ بزرگانِ دین نے اس نماز کا اہتمام فرمایا: حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ اور حضرت عبدالعزیز بن ابی داوٗد فرماتے ہیں کہ: جوشخص جنت میں جانا چاہے وہ صلوۃالتسبیح کا اہتمام کرے اور حضرت ابوعثمان حیرؒ فرماتے ہیں کہ : مصیبتوں اور غموں سے نجات کیلئے میں نے کوئی عمل صلوۃالتسبیح سے بڑھ کر نہیں دیکھا(۳) لہٰذا اعتکاف کے دوران یہ نماز یا تو روزانہ یا جتنی مرتبہ توفیق ہو ضرور پڑھنی چاہئے۔نماز کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نفل صلوۃالتسبیح کی نیت سے پڑھی جائیں، باقی تمام ارکان تو عام نمازوں کی طرح ہونگے، البتہ اس نماز کے دوران ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ {سبحا ن الله والحمد لله و لا اله الا الله والله اكبر} مندجہ ذیل تفصیل کے مطابق پڑھا جائے گا، اور اگر اس کے ساتھ {ولا حول ولا قوة الابالله العلى العظيم} بھی ملالیں تو اور اچھا ہے۔طریقہ یہ ہوگا :

(۱) نیت باندھ کر حسبِ معمول ثناء سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ پڑھیں، جب فارغ ہو

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للعباس : يا عم ألا أصلك، ألا أحبوك، ألا أنفعك ، قال :بلى يا رسول الله، قال : يا عم، صل أربع ركعات تقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب ....ولو كانت ذنوبك مثل رمل عالج غفرها الله لك ، قال :يا رسول الله، ومن يستطيع أن يقولها في يوم، قال : إن لم تستطع أن تقولها في يوم فقلها في جمعة، فإن لم تستطع أن تقولها في جمعة فقلها في شهر، فلم يزل يقول له، حتى قال فقلها في سنة"سنن ترمذى، باب ماجاء فى صلوة التسبيح ،حديث نمبر:۴۸۴)اس حدیث کی سندکو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

(۲)القاموس

(۳)معارف السنن: ۴/ ۲۸۲۔

جائیں تو رکوع میں جانے سے پہلے کھڑے کھڑے مذکورہ بالا تسبیح پندرہ مرتبہ پڑھیں، پھر رکوع میں جائیں۔

(۲) رکوع میں جانے کے بعد حسب معمول تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ بالا تسبیح پڑھیں، اس کے بعد رکوع سے اٹھیں۔

(۳) رکوع سے اٹھ کر پہلے حسبِ معمول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہیں، پھر کھڑے ہوکر دس مرتبہ مذکورہ بالا تسبیح پڑھیں پھر سجدے میں جائیں۔

(۴) سجدے میں جا کر پہلے حسب معمول سبحان ربی الاعلی تین مرتبہ پڑھ لیں پھر دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد سجدے سے اٹھیں۔

(۵) سجدے سے اٹھ کر بیٹھیں، اور بیٹھے بیٹھے دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں پھر دوسرے سجدے میں جائیں۔

(۶) سجدے میں جا کر حسب معمول سبحان ربی الا علی تین مرتبہ پڑھ لیں، پھر دس مر تبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد سجدے سے اٹھ کر کھڑے ہونے کے بجائے دوبارہ بیٹھ جائیں، اور دس مرتبہ مزید مذکورہ تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوں۔

اس طرح ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ پڑھیں گئیں، اسی طرح باقی تین رکعت پڑھ لیں، یوں کل تین سو تسبیحات چار رکعتوں میں ہوں گی۔ دوسری اور چوتھی رکعت میں یہ تسبیحات التحیات پڑھنے کے بعد پڑھی جائیں گی

دوسرا طریقہ یہ بھی جائز ہے اور حضرت عبداللہ بن المبارک سے ثابت ہے کہ شروع میں قرأت کے بعد یہ تسبیحات پچیس مرتبہ پڑھ لیں، پھر دوسرے سجدے تک دس دس مرتبہ پڑھتے رہیں، اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر نہ پڑھیں، بلکہ سیدھا کھڑے ہو جائیں، علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ ان دونوں طریقوں سے صلوۃ التسبیح پڑھنی چاہئے، کبھی پہلے طریقے سے کبھی دوسرے طریقے سے تسبیحات کی تعداد از خود بخود یاد رہتی ہوں تو انگلیوں پر نہ گننا چاہئے، لیکن

اگرکسی کو بھول ہو جاتی ہوں تو انگلیوں پر گننا جائز ہے، اگرکسی ایک رکن میں تسبیحات پڑھنا بھول گئے تو اگلے رکن میں قضا کریں، اس طرح ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیحات پوری ہو جائیں۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ رکوع کی بھولی ہوئی تسبیحات قومہ میں قضا نہ کریں، بلکہ سجدے میں جا کر قضا کریں۔ اور پہلے سجدے کی بھولی ہوئی تسبیحات سجدوں کے درمیانی جلسے میں قضا نہ کریں، بلکہ دوسرے سجدے میں جا کر قضا کریں۔(۱)

صلوۃ الحاجۃ

جب کسی انسان کو کوئی دنیا و آخرت کی کوئی ضرورت درپیش ہو تو آنحضرت ﷺ نے نماز حاجت پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ نمازِ حاجت پڑھنے کے مختلف طریقے مشائخ سے منقول ہیں لیکن اس کا جو مسنون طریقہ روایات حدیث میں بیان ہوا ہے کہ دو رکعت نفل صلوۃ الحاجۃ کی نیت سے پڑھیں، نماز کا طریقہ عام نفلی نمازوں کی طرح ہوگا، کوئی فرق نہیں، البتہ نماز سے فارغ ہو کر الحمد اللہ کہے درود شریف پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الحَلِيمُ الكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ العَرْشِ العَظِيمِ، الحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ(۲) اس کے بعد جو حاجت درپیش ہو، اپنی زبان میں اس کی دعا مانگے۔(۳)

یوں تو یہ صلوۃ الحاجۃ ہر دنیوی و اخروی ضرورت کیلئے پڑھی جا سکتی ہے، لیکن اگر اسے پڑھ کر اللہ تعالی سے دعا کی جائے کہ یا اللہ مجھے اور میرے گھر والوں کو دین پر عمل کرنے اور

---

(۱) فتاوی شامی، باب الاعتکاف

(۲) سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۴۷۹۔

(۳) صلوۃ الحاجۃ کی محدثانہ تحقیق ملاحظہ ہو: معارف السنن ۲۷۵/۴۔

اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائیں۔ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما کر اور جنت نصیب فرما۔آمین توانشااللہ بڑا نفع ہوگا۔

بعض مستحب نمازیں

بعض مستحب نمازیں بڑی فضیلت اور ثواب کی حامل ہیں، یوں تو ہر مسلمان کو چاہئے کہ ہمیشہ ان کا اہتمام کرے، لیکن خاص طور سے اعتکاف کے دوران انکی پابندی آسان ہے۔ اور اگر اعتکاف میں ان کی پابندی کر کے اللہ تعالی سے دعا کی جائے باقی دنوں میں بھی ان کی توفیق ہو جایا کرے تو کیا بعید ہے کہ اللہ تعالی اعتکاف کی برکت سے ان تمام مستحبات کا عادی بنادے۔

تحیۃ الوضو

ہر وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو کے طور پر پڑھنا مستحب ہے(۱) ۔صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ :**ما من أحد يتوضأ فيحسن الوضوء ويصلي ركعتين يقبل بقلبه ووجهه عليهما إلا وجبت له الجنة** (۲)

جو شخص بھی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے،اور دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اپنے ظاہر و باطن سے نماز ہی کی طرف متوجہ رہے تو اس کیلئے جنت واجب کر دی ہو جاتی ہے۔

اعتکاف کے دوران چونکہ انسان مسجد ہی میں ہوتا ہے،اس لئے تحیۃ المسجد کا موقع

---

(۱) تحیۃ الوضو ہر وضو کے بعد پڑھ لے،البتہ تحیۃ المسجد دن میں ایک بار بھی کافی ہے۔(فتاوی رحیمیہ :۵/۲۰۸)

(۲) صحیح مسلم،کتاب الطہارۃ، باب صفۃ الوضوء وکمالہ،حدیث نمبر ۲۲۶: ۔ایک حدیث میں ہے: جو شخص میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور دوران نماز سوچ بچار نہ کرے تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔**من توضأَ نحو وُضوئِي هذا ، ثم صلى ركعتين لا يُحدِّثُ فيهما نفسَه غُفِرَ له ما تقدَّمَ من ذنبِه**.(صحیح بخاری ،حدیث نمبر:۱۵۹)

نہیں ہوتا لیکن جب بھی وضو کریں، تحیۃ الوضو کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے، عام نمازوں کی طرح یہ بھی پڑھی جائے گی۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ یہ نماز اعضاء کے خشک ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے۔(۱) اگر کسی وجہ سے تحیۃ الوضو کا وقت نہ ملے تو سنت مؤکدہ یا فرض نماز شروع کرتے وقت اسی نماز میں تحیۃ الوضو کی نیت بھی کر لی جائے تو انشاء اللہ اس کی فضیلت سے محرومی نہ ہو گی۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال حبشیؓ سے فرمایا کہ اے بلال! مجھے بتاؤ کہ اسلام لانے کے بعد تمہارا وہ کونسا عمل ہے جس کے بارے میں تمہیں سب سے زیادہ امید ہو (کہ اللہ تعالی اس کی بدولت تم پر رحم فرمادیں گے) اس لئے کہ میں نے جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس کے بارے میں مجھے زیادہ امید ہو (بہ نسبت اس کے کہ میں نے دن رات میں جس وقت بھی وضو کیا اس وضو سے جتنی بھی توفیق ہوئی نماز ضرور پڑھی۔(۲)

نمازِ اشراق

نماز اشراق وہ نماز ہے جو طلوع آفتاب کے بعد پڑھی جاتی ہے، اشراق کی دو رکعت ہوتی ہیں، اور جب آفتاب نکل کر ذرا بلند ہو جائے تو یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اس میں افضل یہ

---

(۱) در مختار مع شامی، ۱/۴۵۸۔

(۲) يَا بِلاَلُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الإِسْلاَمِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الجَنَّةِ« قَالَ :مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي :أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُورًا، فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ"(صحیح بخاری ،باب فضل الطھور، حدیث نمبر:۱۱۴۹)

ہے کہ نماز فجر کے بعد اپنی جگہ پر ہی بیٹھا تسبیحات یا تلاوت میں مشغول رہے، اور جب آفتاب نکل کر ذرا بلند ہو جائے تو دو رکعت پڑھ لے(۱)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور سورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھا رہا اور اللہ کا ذکر کرتا رہا پھر دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں تو اس کو ایک حج اور عمرے کی مانند اجر ملے گا، پورا حج اور عمرے کا۔(۲) اور حضرت سہل بن معاذ ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ : جو شخص نماز صبح سے فارغ ہو کر اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے اور اشراق کی دو رکعت پڑھنے تک خیر کے سوا کچھ زبان سے نہ نکالے تو اس کے گناہ، خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، معاف کر دئے جاتے ہیں ۔(۳)

صلوٰۃ الضحیٰ

صلوٰۃ الضحیٰ کو اردو میں چاشت بھی کہتے ہیں ۔اس نماز کی بھی حدیث میں بہت فضیلتیں

---

(۱) اشراق کا وقت کم رہتا ہے، اگر زیادہ دھوپ چڑھنے کے بعد پڑھے، تو یہ چاشت کا وقتِ مشترک ہے، درِ مختار میں ہے کہ اشراق کا وقت زوال تک باقی رہتا ہے، اگر اشراق میں تاخیر ہوگئی، تو یہ نماز چاشت کی کہلائے گی، اور چاشت کی فضیلت حاصل ہوگی اگر بعد فجر ذکر میں مشغول رہ کر ادا نہ کی جائے تو نمازِ فجر سے اشراق کے وقت تک بیٹھنے اور نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی ۔(درِ مختار ۲ : ۲۴/)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفظ تامۃ ''کامل'' تین مرتبہ فرمایا۔سنن ترمذی ، باب ذکر من یستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلاۃ الصبح حتی تطلع الشمس ، حدیث نمبر : ۵۸۶ ، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے ۔حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے فجر کی نماز پڑھی پھر اپنی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگا، یہاں تک کہ سورج نکل آیا، پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ پر حرام کر دیں گے ۔(شعب الایمان للبیہقی، فصل المشی الی المساجد: ۳/ ۸۵، حدیث نمبر : ۲۹۵۸)

(۳) ابوداؤد شریف : ۲/ ۲۷۲

آئی ہیں (۱)، اس کا مستحب وقت ایک چوتھائی دن گذرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، یعنی صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان جتنے گھنٹے ہوتے ہوں ان کو چار حصوں پر تقسیم کر لیا جائے یک حصہ گذارنے کے بعد زوال آفتاب سے پہلے پہلے کسی وقت بھی یہ نماز پڑھ لیں، مستحب وقت یہی ہے، لیکن اگر اس سے پہلے طلوع آفتاب کے بعد کسی وقت بھی پڑھ لیں تو یہ بھی جائز ہے (شامی ص ۴۵۹/۱) حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے ۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ:

من صلى الضحى ركعتين لم يكتب من الغافلين ،وصلى اربعا كتب من العا بدين ومن صلى ستا كفي ذالك اليوم ،ومن صلى ثما نيا كتبه الله من القا نتين،ومن صلى ثنتى عشرة ركعة بنى الله له بيتا فى الجنة(۲)

جوکوئی شخص چاشت کی دو رکعت پڑھے وہ غافلوں میں نہیں شمار ہوگا، اور جو چار پڑھے وہ عبادت گذاروں میں لکھا جائے گا، اور جو چھ پڑھے اس کے لیے (یہ چھ رکعت) دن بھر (نزول رحمت) کیلئے کافی ہو جائیں گی ، اور جو آٹھ رکعت پڑھے اسے اللہ تعالی خاشعین

---

۱) شیخ ولی الدین ابن عراقی فرماتے ہیں کہ ”صلوٰۃ ضحی“ کے بارے میں صحیح اور مشہور حدیثیں بہت زیادہ منقول ہیں یہاں تک کہ محمد ابن جریر طبرانی نے کہا ہے کہ اس بارے میں جو احادیث منقول ہیں وہ تواتر معنوی کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں، قاضی ابوبکر صدیق فرماتے ہیں کہ : یہ نماز پچھلے انبیاء اور رسولوں کی نماز ہے“ علامہ سیوطی نے دیلمی سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ: نماز ضحی حضرت داؤد علیہ السلام کی اکثر نماز ہے“ ابن بخار نے حضرت ثوبان کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ: نماز ضحی وہ نماز ہے جسے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسی اور حضرت عیسی و آدم علیہم السلام ہمیشہ پڑھا کرتے تھے ۔ (مشکوۃ شریف: ا/حدیث نمبر: ۱۲۸۱ کے تحت)

(۲) مجمع الزوائد للهيثمي، باب صلوٰة الضحىٰ ۴۹۴٫۲، حديث نمبر ۳۴۱۹، اس حدیث کے روات سب ثقہ ہیں ۔

میں لکھ دے گا، اور جو بارہ رکعت پڑھے گا اس کیلئے اللہ تعالی جنت میں ایک گھر بنا دے گا(۱)

ابن ماجہ اور ترمذی کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ صلوۃ الضحی کی پابندی کرنے والے کے گناہ اگر سمند کے جھاگ کے برابر ہوں تب بھی مغفرت کر دی جائے گی۔(۲)

صلوۃ الاوابین

عام طور پر صلوۃ الاوابین ان نفلوں کو کہتے ہیں جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہیں، یہ کم از کم چھ رکعات اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعات ہیں، اور بہتر یہ ہے کہ چھ رکعت مغرب کی دو سنت مؤکدہ کے علاوہ پڑھی جائیں، تاہم اگر وقت کم ہو تو سنت مؤکدہ سمیت چھ پوری کر لی جائیں تب بھی انشاء اللہ اس نماز کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) مجمع الزوائد للهيثمى، باب صلوٰة الضحىٰ ۲،۴۹۴، حدیث نمبر ۳۴۱۹، نماز اشراق کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ چھ رکعتیں، نماز چاشت کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں، البتہ علماء کے نزدیک مختار چار رکعتیں پڑھنا ہے کیونکہ جن احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چار رکعتیں پڑھنا ثابت ہے وہ احادیث زیادہ صحیح ہیں اور زیادہ احادیث و آثار چار رکعتوں ہی کے بارے میں منقول ہیں۔

(۲) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہو جاتا ہے ایک بار سبحان اللہ کہنا ایک صدقہ ہے ایک بار الحمد للہ کہنا ایک صدقہ ہے، ایک بار لا الہ الا اللہ کہنا ایک صدقہ ہے، ایک بار اللہ اکبر کہنا ایک صدقہ ہے، اچھی بات کا حکم کرنا ایک صدقہ ہے، بری بات سے روکنا ایک صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کافی ہو جاتی ہیں جنہیں انسان پڑھ لیتا ہے۔ (صحیح مسلم، باب استحباب صلوۃ الضحی: ۱/۲۵۰)

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"مَنْ صَلَّى بَعْدَ المَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عُدِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً"(۱)

جوشخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات زبان سے نہ نکالے تو چھ رکعات اس کے لئے بارہ سال عبادت کے برابر شمار ہوں گی اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ صَلَّى بَعْدَ المَغْرِبِ عِشْرِينَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الجَنَّة"(۲)

جوشخص نے مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھیں اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنادے گا۔

علماء امت اور بزرگان دین نے اس نماز کا بڑا اہتمام فرمایا ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو بھی اس کی توفیق عطافرمائیں۔(آمین)

نمازِ تہجد

تہجد کی نماز نوافل میں خاص طور پر سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے،افضل یہ ہے کہ یہ آخر شب میں پڑھی جائے،آنحضرت ﷺ اکثر تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے،اس میں بہتر یہ ہے اس میں قیام،رکوع،اور سجدہ طویل کیا جائے،اور قیام میں قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کی جائے،جن حضرات کو طویل سورتیں یاد نہ ہوں وہ اعتکاف کے موقع کو غنیمت سمجھ کر خاص خاص سورتیں یاد کرلیں،مثلاً سورۃ یٰس،سورۃ مزمل،سورۃ ملک،سورۃ

---

(۱) ترمذی،باب ماجاء فی فضل التطوع،حدیث نمبر:۱۱۶۷۔

(۲) جامع الترمذی:باب ماجاء فی فضل التطوع وست رکعات بعد المغرب:۱/۹۸۔

واقعہ، وغیرہ اور تہجد میں وہ طویل سورتیں پڑھیں۔(۱)

اعتکاف کے دوران خاص طور پر تہجد کا اہتمام کرنا چاہئے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کے نزول کا ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ واضح رہے کہ تہجد کی نماز صبح صادق سے پہلے پہلے ختم کر لینی چاہئے، کیونکہ اگر صبح صادق سے پہلے نماز کی نیت باندھی ہوئی ہو اور نماز کے درمیان صبح صادق ہو جائیں تو دو رکعتیں پوری کر لینا جائز ہے۔(۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو ان فضائل اعمال پر عمل کرنے کی توفیق کامل مرحمت فرمائیں (آمین ثم آمین)

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا ومو لانا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمین ۔

یہاں پر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ مکمل ہوا

---

(۱) نماز تہجد نفل نمازوں میں سب سے زیادہ اہمیت و افضلیت کی حامل ہے۔ اس کا وقت آدھی رات کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ عشاء پڑھ کر سو جائے، پھر اٹھ کر نماز تہجد ادا کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔ (جامع ترمذی: ۱/۹۹، باب ماجاء فی فضل صلوۃ اللیل)

(۲) فتاوی شامی: ۱/۲۷۶

حضرت ابولبابہ کی توبہ کا واقعہ

(۱) جب جنگ خندق ختم ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مدینہ تشریف لائے، ظہر کے وقت جبرائیل امینؑ نازل ہوئے اور آپؐ کو بنی قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم پہنچایا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ہتھیار سجائے اور اعلان کیا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ کی بستی میں پڑھیں گے، مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے اور بنی قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا، محاصرے نے اتنا طول کھینچا کہ یہودی تنگ آگئے، آخر انہوں نے رسول خداؐ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپؐ اپنے صحابی ابولبابہ کو ہمارے پاس بھجیں ہم ان سے صلاح مشورہ کریں گے، ابولبابہ بنی قریظہ کے حلیف رہ چکے تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہ سے فرمایا : تم اپنے حلیفوں کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں، ابولبابہ بنی قریظہ کے قلعے میں آئے، بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں کی نظر جب اپنے ایک سابقہ حلیف پر پڑی تو وہ شدت غم سے رونے لگے، یہ رقت انگیز منظر دیکھ کر ابولبابہ کا دل پسیج گیا، بنی قریظہ نے کہا: ابولبابہ! تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا ہم غیر مشروط طور پر خود کو محمدؐ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں کہ وہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ چاہیں کریں یا ہمیں کوئی اور طریقہ سوچنا چاہیے؟

ابولبابہ نے کہا: میرا مشورہ یہی ہے کہ تم مزاحمت ختم کر کے اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر رسول خداؐ کے حوالے کردو۔

یہ الفاظ کہتے وقت ابولبابہ نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا، اشارے سے انہیں یہ سمجھانا مقصود تھا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم قتل ہو جاؤ گے، ابولبابہ اشارہ تو کر بیٹھے لیکن وہ اپنے اس طرز عمل پر سخت پشیمان ہوئے، انہوں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں نے خدا اور رسولؐ سے خیانت کی ہے، پھر ابولبابہ قلعے سے باہر نکلے لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جاتے ہوئے انہیں شرم آئی اور سیدھے مسجد میں چلے گئے، انہوں نے اپنی گردن میں رسی ڈال کر خود کو مسجد

(۱) استوانہ توبہ کی وجہ تسمیہ کے تعارف کے تحت یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔

کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، ابولبابہ نے اپنے آپ سے یہ عہد کرلیا کہ میں خود کو اس رسی سے اس وقت تک آزاد نہیں کروں گا جب تک اللہ میری توبہ قبول نہیں کرے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابولبانہ کا شدت سے انتظار تھا، آپؐ نے پوچھا کہ ابولبابہ ابھی تک کیوں واپس نہیں لوٹے؟

ایک صحابی نے عرض کی: یارسول اللہؐ! انہوں نے تو اپنے آپ کو ستون توبہ کے ساتھ باندھا ہوا ہے، آپؐ نے فرمایا: اگر ابولبابہ ہمارے پاس چلا آتا اور مغفرت کی درخواست کرتا تو ہم خدا سے اس کا گناہ معاف کرادیتے لیکن اس نے براہ راست خدا سے رابطہ کیا ہے اب خدا اس کے لیے مناسب فیصلہ فرمائے گا، ابولبابہ نے کئی روز تک اپنے آپ کو رسی سے باندھے رکھا، وہ دن کو روزہ رکھتے اور افطار کے وقت انتہائی کم غذا کھاتے، قضائے حاجت کے علاوہ مسجد سے باہر نہ جاتے، ایک شب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہؓ کے گھر تشریف فرما تھے تو خدا نے ابولبابہ کی توبہ قبول فرمائی اور جبرئیل امینؑ یہ آیت لے کر نازل: ''وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ'' اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، انہوں نے نیک اور بد عمل مخلوط کر دیئے امید ہے کہ خدا ان کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ توبہ: آیت ۱۰۲)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا: خدا نے ابولبابہ کی توبہ قبول کرلی ہے۔

ام سلمہؓ نے عرض کی: اگر آپؐ کی اجازت ہو تو میں انہیں یہ خوشخبری سنادوں؟

آپؐ نے اجازت دی، حضرت ام سلمہؓ نے کھڑکی کھولی اور انہیں خوشخبری سنائی، ابولبابہ نے خدا کی حمد وثناء کی، چند مسلمان آگے بڑھے تاکہ انہیں رسی سے آزاد کریں، ابولبابہ نے مسلمانوں کو سختی سے منع کیا اور کہا: جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے ہاتھوں سے آزاد نہیں کریں گے اس وقت تک میں یونہی بندھا رہوں گا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور انہیں اپنے ہاتھوں سے آزاد کیا اور فرمایا: اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی اور آج تم گناہوں سے اسی طرح پاک ہو جیسے پیدائش کے دن پاک تھے، ابولبابہ نے کہا: آقاؐ! میں اس نعمت کے

شکر میں اپنا تمام مال صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی، ابولبابہ نے آدھی جائیداد صدقہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت نہ دی، ابولبابہ نے تہائی جائیداد صدقہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے اجازت دے دی، اس آیت میں اس صدقے کی قبولیت کا ذکر ہے:

''خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلاَتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ، أَلَمْ يَعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ'' آپ ان کے مال سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے آپ ان کو پاک صاف کریں اوران کے لیے دعا کریں اوران کے لیے دعا فرمائیں، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعث تسکین ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے، کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔(سورہ توبہ : آیت ۱۰۳، ۱۰۴، تفسیر البرہان ج ۲، ص ۱۳۲)

ضمیمہ از مرتب

اجتماعی اعتکاف

خانقاہی اعتکاف اگر پورے مہینہ کا ہو تو یہ سلف سے ثابت نہیں ہے، اور اگر آخری عشرہ کا اعتکاف ہے تو یہ حدیث سے ثابت ہے، چونکہ آپ ﷺ آخری عشرہ کا اعتکاف اہتمام سے فرماتے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کی ایک بڑی جماعت شرکت فرماتی تھی۔ "فمن احب منکم ان یعتکف فلیعتکف فاعتکف الناس معه الخ" (۱) حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا شیخ الاسلام حسین احمد مدنی ان تمام اکابر نے بھی خانقاہی اعتکاف کیا ہے، اور حضرت شیخ الحدیث زکریا صاحبؒ پورا مہینہ اعتکاف کرتے تھے لیکن بطور سنت کے نہیں۔(۲) خانقاہی اعتکاف میں اعتکاف کے ساتھ ساتھ تربیت بھی مقصود ہوتی ہے، اور اعتکاف گاہ تربیت گاہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے، طالبین کو واقعتاً فائدہ ہوتا ہے، لوگ اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں بھی اعتکاف کر سکتے ہیں، لیکن سفر کر کے مکمل دس دن تک کسی کی ماتحتی میں اپنے نفس پر قابو رکھ کر اس لئے آتے ہیں تاکہ کچھ حاصل ہو جائے، جمعہ اور جلسوں کے حاضرین بھی اتنی طلب لے کر نہیں آتے ہیں، ان کی طلب ایک آدھ گھنٹے کی ہوتی ہے یہ حضرات دس دن دن رات کی طلب لے کر آئے ہیں، اسلئے عوام کے لئے عقائد اور بنیادی تعلیمات کے حصول میں اس اعتکاف کا کافی دخل ہوتا ہے، البتہ اس عمل کو محض رسمی ہونے نہ دیں، جس سے اجتماعی کراہت کا ارتکاب لازم نہ آئے۔

---

(۱) مسلم شریف، کتاب الصیام، باب فضل لیلۃ القدر: ۱/۳۷۰

(۲) ملخص: فتاوی قاسمیہ: ۱۱/۵۵۸

اعتکاف میں نیابت

اعتکاف میں نیابت جائز نہیں ہے یعنی اپنے اعتکاف میں کسی دوسرے کو بٹھا کر جانا جائز نہیں اسلئے کہ عبادت بدنیہ میں نیابت درست نہیں "ولاتجوز فی البدنیة المحضة کالصلوة والصوم،الاعتکاف"(۱)

زنجیری اعتکاف

رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں ہر مسجد میں کم ازکم ایک آدمی کا مکمل دس دن کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے(۱) لہٰذا کسی مسجد میں کئی آدمی مل کر دس دن کا اعتکاف اس طرح مکمل کریں کہ: ایک آدمی پانچ دن، دوسرا تین دن، اور تیسرا دو دن اعتکاف میں بیٹھے، تو اس سے اہلِ مسجد کا ذمہ ساقط نہ ہوگا، اور سب اہلِ محلہ گنہگار ہوں گے۔(۲)

غصب شدہ زمین کی مسجد میں اعتکاف

جو جگہ غصباً مسجد میں داخل کی گئی ہو وہ مسجد نہیں ہوتی، اس مسجد میں نہ اعتکاف درست ہے اور نہ اعتکاف کی حالت میں اس مسجد میں جمعہ ادا کرنے کے لئے جانا درست ہے، اگر کوئی معتکف ایسی مسجد میں اعتکاف کی حالت میں جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔(۳)

مسجد کی اوپری منزل پر اعتکاف

جو مسجد کئی منزلہ ہو اس کے اوپر منزل میں اعتکاف ہو سکتا ہے اور کسی اور ایک منزل

---

(۱) مجمع الانھر، کتاب الحج عن الغیر: ۱/ ۴۵۵

(۲) بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم ۶: / ۵۱۲، فتاویٰ حقانیہ ۴ : / ۲۰۶، کتاب الفتاویٰ ۳ : / ۴۵۱، ۴۵۲

(۳) فتاویٰ دارالعلوم: ۶/ ۵۰۵

میں اعتکاف کی غرض سے بیٹھ جانے کے بعد اس کی دوسری منزل پر بھی معتکف جاسکتا ہے، بشرطیکہ آنے جانے کا زینہ (سیڑھی) مسجد کے اندر رہی ہو، حدود مسجد سے باہر نہ ہو، اگر مسجد کی حدود سے دو چار سیڑھیاں بھی باہر ہو جاتی ہوں تو بھی جائز نہیں ہے۔ ''واذاجعل تحته سردابالمصالحة ای المسجد جازکمسجد القدس ''(۱)

قرآن سنانے کے لئے مسجد سے نکلنا

عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف کرتے وقت دوسری مسجد میں قرآن سنانے کی نیت سے جانا اسوقت درست ہوگا جب وہ اعتکاف بیٹھنے سے پہلے نیت کرلے کہ میں اسطرح جایا کروں گا تو اس طرح یہ استثناء کرنا درست بھی ہو گا اور اس کا قرآن سنانے کے لئے نکلنا درست ہوگا۔ ''لووقت النذروالتزم ان یخرج الی عیادةالمریض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلک''(۲) لیکن اس صورت میں یہ اعتکافِ مسنون نہیں رہے گا، بلکہ اعتکافِ نفل ہو جائے گا۔

وظیفے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا

سرکاری وظیفے کے بغیر گذارہ نہ ہوسکتا ہو تو جاسکے گا اور دستخط کر کے فوراً مسجد میں آجائے اور احتیاطاً بعد میں ایک روز کے اعتکاف کی قضا بھی کرلے اور اگر اس پر گذران موقوف نہ ہو تو جانے کی اجازت نہیں، جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اور ابطال اعتکاف کا گناہ بھی ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ قدیم: ۷/ ۲۸۳)

اعتکاف کی حالت میں انتقال ہو جائے تو

اگر اعتکاف کی حالت میں موت واقع ہو جائے تو امید ہے کہ قیامت کے دن اعتکاف

---

(۱) فتاوی شامی، کتاب الوقف: ۶/ ۵۴۷، امداد الفتاوی: ۲/ ۶۸۳

(۲) الفتاوی التاتارخانیہ ۳/ ۴۴۵

ہی کی حالت میں اٹھایا جائے گا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو آدمی حج یا عمرہ کے سفر میں حالت احرام میں انتقال ہو جائے قیامت کے دن احرام کی حالت میں تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا، البتہ کوئی اور شخص اس محلہ میں اعتکاف نہ کیا ہو تو اعتکاف مسنون فوت ہو جائے گا اور دوسرا شخص نائب بن کر اعتکاف کی تکمیل کرنے سے اعتکاف نفل ہوگا مسنون نہیں ہوگا، اور نہ کسی پر اعتکاف کی تکمیل لازم ہے۔ ”اغسلوه بماءوسدر، وكفنوه في ثوبيه، ولاتخمروارأسه ،فانه يبعث يوم القيامة يهل اويلبى“ (۱)

اعتکاف کی حالت میں طلاق

اگر کسی عورت کو اعتکاف کی حالت میں طلاق ہو جائے شوہر ہی کے گھر میں اعتکاف مکمل کرلے، اسی طرح اگر شوہر کی وفات ہو جائے تو بھی اسی کمرے میں اعتکاف میں رہے، اگر اپنی اعتکاف کی جگہ سے نکل آئے تو اعتکافِ مسنون ختم ہو جائے گا، البتہ نکلنے پر گناہ نہیں ہوگا اور صرف اسی دن کی قضا کرلے جس دن اعتکاف سے باہر آگئی ہے، اگر یہ قضا رمضان ہی میں ہو تو رمضان کا روزہ کافی ہے اور اگر غیر رمضان میں قضا کرے تو اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہوگا۔ ”إذا كان لعذر لا يفسده إذا خرج لجنازة وإن تعينت عليه“(۲)

اعتکافِ مسنون کے لئے حیض روکنا

کسی عورت کو آخری عشرہ میں حیض آجاتا ہو جس کی وجہ سے اعتکاف دس دن کا نہیں ہو پاتا ہے تو انہیں حیض روکنے کی دوائی استعمال کرنا صحت کے لئے مضر ہو سکتا ہے صحت کی حفاظت کا حکم بھی وہی شریعت دیتی ہے جو شریعت اعتکاف کا حکم دے رہی ہے، بہتر ہے

---

(۱) ترمذی شریف، باب ماجاء فی المحرم، حدیث نمبر: ۹۵۱، فتاوی قاسمیہ: ۱۱/ ۵۵۵

(۲) فتح القدیر، باب الاعتکاف: ۲/ ۳۹۶

کہ اگر حیض آجائے تو اعتکاف ختم کردے بعد میں اس دن کا اعتکاف جس دن حیض آیا ہے روزہ کے ساتھ قضا کرلے، اگر رمضان ہی کے اعتکاف کی خاطر کوئی دوائی کھا کر اعتکاف پورا کرلے تو بھی جائز ہے، گناہ نہیں ہے۔(۱)

اعتکاف کے لئے جھوٹی سرٹیفکٹ

(۱) بعض حضرات کو رمضان کے آخری عشرہ میں سرکاری نوکری یا اپنی ملازمت سے چھٹی نہ ملتی ہو اور وہ حضرات اعتکافِ مسنون کرنا چاہتے ہو تو انہیں میڈکل سرٹیفکٹ لگا کر اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے، اعتکاف سنتِ کفایہ ہے محلہ کا کوئی بھی فرد ادا کرلے تو ذمہ ساقط ہوجاتا ہے، اور جھوٹ بولنا حرام ہے، خواہ وہ کسی نیک مقصد کے لئے ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی اس طرح میڈکل لگا کر اعتکاف کرلے تو اعتکاف ادا ہوجائے گا لیکن جھوٹ کا گناہ ہوگا، مسلمان کو چاہئے کہ نیکی کرنے سے زیادہ گناہ سے بچنے کی فکر کرے، بعض مرتبہ نیکی کرنا آسان ہوتا ہے لیکن گناہ سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے، اور نیکیاں برباد بھی اسی لئے ہوجاتی ہیں کہ اس کے بعد گناہ کرلیا جاتا ہے، ان کی حفاظت کی کوشش نہیں کی جاتی۔

(۲) اور بعض لوگ چھٹی نہیں لگاتے ہیں لیکن وقت پر آفس پہنچ کر دستخط کرکے آجاتے ہیں کہ ادھر سے پوری تنخواہ بھی ملے گی ادھر سے اعتکاف بھی ہوجائے "چاروں انگلیاں گھی میں اور ہاتھ کڑھائی میں"، لیکن یاد رہے کہ اس طرح کرنے سے نہ ان دنوں کی تنخواہ حلال ہوگی اور نہ اعتکاف مسنون ادا ہوگا یہ ایسا ہی کہ۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اسلئے اس طرح اعتکاف کرنے سے بچنا چاہئے۔(کل حيلة يحتال الرجل لابطال حق الغير او لادخال شبهة فيه فهي مكروه"(۲)

---

(۱) مستفاد: فتاوی قاسمیہ: ۱۱/ ۵۶۲

(۲) فتاوی ہندیہ، کتاب الحیل: ۶/ ۳۹۳

مسجد حرام میں اعتکاف

بلا ضرورت قریب والا حصہ چھوڑ کر دور اعتکاف کرنا جائز نہیں، قریب ترین حصہ جہاں انتظامیہ کی طرف سے کھانا کھانے کی اجازت ہے، وہاں کھانا چاہئے دور جانے سے پرہیز ضروری ہے۔" لان الخروج من المسجدين (المسجد الحرام و المسجد النبوى الشريف) للتسحر والعشاء للضرورة والضرورة تقدر بقدر الضرورة۔ والله اعلم بالصواب۔

مسجد کے اشیاء کا استعمال

معتکفین اپنی ذاتی چادر استعمال کریں، بجلی مسجد کے دستور کے مطابق جب تک جلتی رہے استعمال کرنا درست ہے مقررہ وقت کے بعد جلانا درست نہیں، لہذا جتنا زیادہ پاور جلا ہو معتکفین مل کر ادا کردیں مسجد کا حق اپنے ذمہ باقی نہ رکھیں۔(۱)

اعتکاف میں درس وتدریس

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا روایت کرتی ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالتِ اعتکاف میں اپنا سر میری طرف نکال دیتے تو میں حالتِ حیض میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس دھو دیتی۔ "وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَه إِلَيَّ وَهوَ مُعْتَكِفٌ، أَغْسِلُه وَ أَنَا حَائِضٌ" (۲) علامہ خطابی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: علمی مشغولیت، پڑھنے اور لکھنے کے ساتھ بالوں کے سنوارنے سے زیادہ اہم ہے۔ "فإن الاشتغال بالعلم وكتابته اهم من تسريح الشعر" (۳)

---

(۱) فتاوی رحیمیہ: ۵/۲۰۴، مجالس الابرار فقط واللہ اعلم بالصواب
(۲) صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب مباشرۃ الحائض، حدیث نمبر: ۲۵۹
(۳) طرح التثریب فی شرح التقریب: ۱۷۵۴

نوجوانوں کا قابل اصلاح اعتکاف

بعض مسجدوں میں نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ اعتکاف کرتا ہے،لیکن مسائل اعتکاف سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے حالت اعتکاف میں بھی وہی گناہ کرتا ہے جو بنا اعتکاف کے بھی حرام تھے،بعض مساجد میں رات تراویح کے بعد نوجوان مسجد کے باہر سیڑیوں پر بیٹھ جاتے ہیں ،کہیں مسجد کی چھت پر چلے جاتے ہیں وہاں سگریٹ نوشی ہوتی ،موبائیل کے ذریعہ،کرکٹ ،فلم ،بلکہ فحش فلمیں ،کامڈی شو دیکھتے دیکھتے رات گذار دیتے ہیں ،ان کے ساتھ محلہ کے ٹپوری بھی جمع ہوجاتے ہیں،کوئی رات کے دو بجے چکن دوشہ،مسالہ دوشہ،حلیم وغیرہ لانے کے لئے جاتا ہے،اوراعتکاف کی تمام راتیں تقریباان کی ایک طرح کی پکنک میں گذرتی ہیں،بعض تو رات دو ڈھائی بجے باہرآ کر کرکٹ کھیلتے ہیں،نائٹ میچ کاایک سلسلہ چل پڑتا ہے،محلے والوں کی نیند خراب کرتے ہیں،دوسروں کی پریشانی کا سبب بنتے ہیں، زور زور سے باتیں کرتے ہیں، یہ گلی کے لونڈے نہیں بلکہ وہ نوجوان جو اعتکاف میں بیٹھتے ہیں، ان کے گھر والے بہت خوش ہیں کہ بیٹا درِمولی پر جاپڑا ہے،بڑا نیک بن گیا ہے،نوکری نہیں مل رہی تھی ،امتحان میں پاس ہونا تھااب اس اعتکاف کی برکت سے ساری رکاوٹیں ختم ہوجائیں گے تمام مسائل حل ہوجائیں گے،لیکن درحقیقت یہ اعتکاف کم پکنک زیادہ ہے، بھلااس پررحمت کے بجائے اللہ کا غضب نازل ہوگا،نمازیوں کی توجہ،گھروالوں کی محبت وشفقت،مزے مزے کے پکوان کھا کر یہ بندے کس قدر رمضان کے مبارک مہینہ میں رب کے در پہ پڑے گناہ میں مبتلا ہیں،بعض مرتبہ اس قدر نامناسب حرکتیں ہوجاتی ہیں کہ بڑے اور چھوٹوں کا غلط اختلاط بھی ہوجاتا ہے جسے لکھتے ہوئے بھی گھن ہوتی ہے،اس لئے منتظمین کو ان امور پر توجہ رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے،خدا کا شکر ہے ان سب کے بعد وہ خاموش ہے جس کا وہ گھر ہے،حقیقت تو یہ ہے کہ جس قدر وسعت ان کے معاف کرنے میں ہے، اس کا تصور ہمارے لیے حیران کن ہے ،ہمیں تو ذرا ذرا سی سرزنش پر دوسروں کی گردنیں پکڑنے کا شوق ہے پر ہم سب کی گردنوں پر کس کا ہاتھ ہے،اور کس کے گھر میں یہ

بغاوت ہو رہی ہے، غور کریں، اس لئے معتکف اپنے دن بھر کے معمولات کارات میں محاسبہ کرے، محاسبہ کے بغیر تزکیہ ناممکن ہے۔ "محاسبة النفوس مساعدة لتزكيتها"۔

اعتکاف میں فون کا استعمال

(۱) اعتکاف کرنے والے موبائل فون پر لوگوں سے مسجد کے اندر گپ شپ لگاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ مسجد کے اندر موبائل فون پر گیم (Game) کھیلتے ہیں، مسجد صرف اللہ کی عبادت کے لئے ہے، البتہ سخت ضرورت ہو، کوئی چیز منگوانی ہو، گھر کے لئے کوئی چیز خریدنی ہو، تو موبائل فون پر بتا سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی عالم دین مسجد میں بیٹھ کر موبائل فون پر مسائل بتا تا ہے تو وہ بھی جائز ہے۔ مگر دنیاوی باتیں کرنا گناہ ہے۔

(۲) وضو کرنے کے بعد اگر کوئی شخص کسی سے بات کرنے کے لئے رکا یا موبائل فون پر بات کرنے لگا تو ایک لمحہ کے لئے رکنے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

(۳) مسجد میں ہیں تو قرآن مجید سے تلاوت کریں اپنے فون کے ذریعہ تلاوت کرنے سے پرہیز کریں۔

(۴) بہتر ہے دس دن کے لئے فون ہی بند کر دیں، اگر ضروری بات کرنی ہو تو بوقت ضرورت استعمال کریں پھر بند کر دیں، فون کا کثرت سے استعمال اعتکاف کی روح سے محروم کر دیتا ہے۔

معتکف کے لئے ضروری ہدایات

(۱) اعتکاف کرنے والے تکبیر تحریمہ کا خاص اہتمام کریں۔

(۲) جس شخص کے ذمے گزشتہ نمازیں قضا باقی ہیں وہ زیادہ نوافل پڑھنے کے بجائے اپنا وقت قضا نمازوں میں گزارے۔ تاکہ موت سے پہلے پہلے فرائض، واجبات ذمے سے ساقط ہو جائیں۔

(۳) مسجد کی خدمت اور صفائی کرنے کو سعادت سمجھے مگر بغرضِ خدمت بھی مسجد سے باہر قدم نہ رکھے ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(۴) کوشش کرے کہ اس کے کسی عمل سے کسی نمازی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی نمازی نماز پڑھ رہا ہو تو اونچی آواز میں دعا یا تلاوت نہ کرے۔

(۵) اپنی قیمتی اشیاء کو بغیر حفاظت کے نہ چھوڑے، عام طور پر اپنا فون، پرس وغیرہ ایسے ہی رکھ دیتے ہیں، اور کھو جانے پر واویلا مچاتے ہیں، اپنی قیمتی اشیاء مثلاً موبائل فون، پیسوں کی خود حفاظت کریں تاکہ ہماری وجہ سے کوئی دوسرا شخص گناہ میں مبتلا نہ ہو۔

(۶) سونے کے لئے ایسے وقت کا انتخاب کریں کہ جو نمازیوں کے مسجد میں آنے کا وقت نہ ہو۔ ورنہ لوگ یہ بدگمانی کریں گے کہ اعتکاف والے ہر وقت مسجد میں سوئے رہتے ہیں۔

(۷) مسجد میں سوئیں تو موٹا کپڑا بچھا کر سوئیں تاکہ مسجد وغیرہ غیر اختیاری طور پر بھی گندی نہ ہو۔

(۸) کوئی معتکف کسی دوسرے کا سامان صابن، تولیہ وغیرہ اس کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کرے۔

(۹) مسجد کے اندر اخبار بھی نہ پڑھے کیونکہ عموماً اخبار تصاویر سے خالی نہیں ہوتے (۱)

---

(۱) مسائل اعتکاف ص ۴۳

(۱۰) جو کام حرام ہیں ان کو مسجد میں اور اعتکاف کی حالت میں کرنا اور بھی سخت حرام ہے مثلاً : غیبت کرنا، چغلی کرنا، لڑنا اور لڑانا، جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا، بہتان لگانا، کسی مسلمان کو ایذا پہنچانا، کسی کے عیب تلاش کرنا، کسی کو رسوا کرنا، تکبر اور غرور کی باتیں کرنا، ریا کاری کرنا وغیرہ۔(۱)

اعتکاف میں بیٹھنے سے قبل کیا کریں

اس میں سنت طریقہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کی بیس ۲۰؍تاریخ کو عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اس آخری عشرہ کے اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو جائے جب عید الفطر کے چاند دیکھنے کا شرعاً ثبوت ہو جائے تو اس کا اعتکاف پورا ہو جائے گا لیکن افضل یہ ہے کہ معتکف چاند رات کو مسجد ہی میں رہے عید کی نماز پڑھنے کیلئے وہاں سے نکل جائے اور معتکف آداب اعتکاف کا لحاظ رکھے اور مندرجہ ذیل اعمال کو اپنا دستور العمل بنائے۔

سب سے پہلے گھر والوں کو اطلاع کر دیں تاکہ گھر کے ضروری کام ہو تو اس کو خود پورا کریں یا اس کام کو کسی اور کے سپرد کر دیں، اور گھر کے کسی شخص کو ذمہ دار بنا دے اس بات کا کہ وہ سحر و افطار وقت مقررہ پر پہونچا دیں

اس کے بعد جس مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ ہو اس مسجد کے ذمہ داران کو مطلع کر دیں ۲۰؍رمضان کے دن ظہر بعد ہی مکمل تیاری کر لیں اور عصر کی نماز کو آتے وقت مکمل سامان (بستر، تکیہ، لونگی، صابن، برش، ایک جوڑی کرتا اگر کوئی بیماری لاحق ہو تو دوائی اور دینی کتابیں بھی) اپنے ساتھ لالیں۔

---

(۱) مسائل اعتکاف ص ۴۲

معمولاتِ معتکف

(۱) بقدر استطاعت نفل نمازیں پڑھے مثلاً مغرب کی نماز کے بعد کم از کم چھ رکعت اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعات۔

(۲) عشاء کی نماز اور تراویح سے فارغ ہونے کے بعد علم دین حاصل کرنے کی نیت سے اور عمل کی غرض سے معتمد و معتبر دینی کتابوں کا مطالعہ کرے، حضور پاک ﷺ کی سیرت طیبہ اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات، صحابہ کرام، ائمہ عظام اور اولیاء کرام کے حالات اور ملفوظات کا مطالعہ کرے۔

(۳) طاق راتوں میں جب طبیعت میں بشاشت ہو، ذکر اللہ، تلاوت قرآن اور نوافل میں مشغول رہے۔ جب سونے کا تقاضا ہو جائے تو سنت طریقے سے باوضو ہو کر سو جائے، رات کو تہجد کیلئے اُٹھے پھر اپنے رب کریم سے رُو رُو کر اپنے لئے اور جملہ مسلمین کیلئے دعا مانگے۔

(۴)۔ اس کے بعد سحری کھائے۔ پھر نماز فجر کی تیاری کرے خاص طور پر صف اول اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام کرے۔ دوران انتظار استغفار کرتا رہے۔

(۵) جب نماز فجر پڑھے تو اس کے بعد آیت الکرسی، چار قل پڑھے اور پورے جسم پر دم کرے۔ سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، استغفر اللہ اور درود شریف کی ایک تسبیح پڑھے۔

(۶) اشراق کے نفل کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ادا کرے اور چاشت کے نفل کم از کم دو رکعت زیادہ سے زیادہ بارہ (۱۲) رکعات ادا کرے۔

(۷) عصر کے وقت نماز کی تیاری کرے، نماز عصر کے بعد تلاوت کرے پھر مذکورہ تسبیحات پڑھے۔

(۸) اس کے بعد دعا میں مشغول ہو جائے اور یہ قبولیتِ دعا کیلئے انتہائی قیمتی وقت ہے اپنی، اپنے احباب اور دیگر متعلقین کی مغفرت کیلئے کوشش کرے رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہو۔

(۹) درود شریف کثرت سے پڑھے۔

(۱۰) معتکف کیلئے اعتکاف کے مقصد کو حاصل کرنے کیلئے فقہاء کرام نے جو عبادات لکھی ہیں وہ یہی ہیں "ویلازم التلاوة والحدیث والعلم وتدریسه وسیر النبی ﷺ والانبیاء علیهم السلام واخبار الصا لحین وکتابة امور الدین "(۱)

قضائے عمری کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا "اسلئے نماز اپنے وقت پر نماز کو ادا کرنا ضروری ہے، ہاں اگر کبھی کبھار کسی عذر، بیماری یا کسی مجبوری کی وجہ سے نماز وقت میں ادا نہ کرسکیں بعد میں ادا کر لینا ضروری ہے، وقت پر نماز ادا نہ کرنے پر نادم اور تائب ہوں، امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام شافعیؒ اور فقہاء حنفیہ یعنی جمہور علما کے نزدیک قضاء نمازیں ادا کرنا ضروری ہے البتہ قضا نماز پڑھنے میں عیال کیلئے معاش کے انتظام اور دوسری حاجتوں کے عذر کی وجہ سے تاخیر کی جاسکتی ہے۔" (ویجوز تاخیر الفوائت) و ان وجبت علی الفور (لعذر السعی علی العیال و فی الحوائج علی الاصح) (۲) حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے نے بھی جمہوری کی رائے پر ہی فتوی دیا ہے۔"ومن علیه فائتة فعلیه أن یبادر إلی قضائها علی الفور سواء فاتته عمدا أو سهوا عند جمهور العلماء کمالك وأحمد وأبي حنیفة وغیرهم وکذلك الراجح في مذهب الشافعي"(۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ : جو شخص نماز کو) اپنے وقت پر پڑھنا (بھول جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ جب بھی اس کو یاد آئے) کہ اس نے فلاں نماز نہیں پڑھی (تو اسے چاہیے کہ وہ نماز پڑھے اس کے علاوہ

---

(۱) فتاوی عالمگیری: ۱/۲۱۲، بحوالہ خیر الفتاویٰ: ۴/۱۴۷

۲) فتاوی شامی: ۱/۵۴۳

۳) فتاوی ابن تیمیہ: ۲۳/۲۵۹

اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ "من نسی صلاۃ فلیصل اذا ذکرھا لا کفارۃ لھا الا ذالک"
(۱) آنحضرت ﷺ سے غزوۂ خندق کے موقع پر چار نمازیں قضا ہوگئیں تو آپ انہیں ادا فرمایا ہے، چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوۂ خندق والے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے روک دیا تھا یہاں تک رات کا کچھ حصہ گذر گیا، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان دی اور پھر اقامت کہی، پس ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی تو مغرب کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عشاء کی نماز پڑھی۔ "قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُودٍ إِنَّ الْمُشْرِكِينَ شَغَلُوا رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰہُ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ" (۲)

قضا نمازوں کو بالکل ادا نہ کرنے اور بغیر ادا کے ذمہ ساقط ہو جانے کا نظریہ اور رمضان کے آخری جمعہ میں قضائے عمری کے نام سے چار رکعت پر اکتفا کر لینے کا نظریہ افراط وتفریط پر مشتمل ہے، اور جمہور علما اور شریعت مطہرہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے، اسلئے معتکفین نوافل سے زیادہ قضائے عمری پر توجہ دیں اور ہر نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کریں، اور نیت اس طرح کریں کہ: اپنی زندگی کی آخری یا پہلی فجر/ظہر/ وغیرہ قضا کر رہا ہوں، وتر کی قضا بھی واجب ہے، قضا نمازیں فجر اور عصر کے بعد بھی مکروہ وقت سے پہلے تک ادا کرنا جائز ہے۔

تہجد کی جماعت اور حنفی نقطۂ نظر

تراویح، استسقاء اور کسوف کے علاوہ دوسری نفلوں کی جماعت اگر بالتداعی ہو تو بہر

---

۱) صحیح بخاری: ۱/ ۸۴، باب من نسی صلاۃ

۲) جامع ترمذی: ۱/ ۴۳

صورت مکروہ تحریمی ہے،خواہ وہ نفلیں رمضان میں پڑھی جائیں یا غیر رمضان میں، یہی عام عام فقہاء ومحدثین کا مسلک ہے اور اسی پر سلف صالحین کا فتوی اور تعامل ہے۔

البتہ فقہاء احناف نے بعض قیود وشرائط کے ساتھ نفل کی جماعت کی اجازت دی ہے۔اس کی تفصیل وتوضیح یہ ہے کہ:

(۱) اگر نفل نماز باجماعت بغیر تداعی کے ہو تو جائز ہے۔اگر تداعی کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے۔اور تداعی کے معنی یہ ہیں کہ امام کے علاوہ چار آدمی مقتدی ہوں۔(۲)

معلوم ہوا کہ امام کے علاوہ اگر چار آدمی مقتدی ہوں تو نفل نماز خواہ وہ تہجد ہو یا کوئی اور رمضان میں ہو یا رمضان سے باہر مکروہ ہے۔اور تین مقتدی ہوں تو بعض علماء جائز اور بعض ناجائز فرماتے ہیں۔اور دو مقتدی ہوں تو جائز ہے۔(۳)

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ نفل کی جماعت اتفاقاً کبھی کر لی جائے تو چار آدمیوں کے ساتھ جائز ہے۔اور اگر اس کا اہتمام کیا جائے اور ہمیشہ کی عادت بنالی جائے تو باتفاق یہ ناجائز اور مکروہ اور بدعت ہے۔جیسا کہ علماء کے فتاوی آگے آرہے ہیں ان سے معلوم ہوگا۔

حاصل یہ نکلا کہ نفل کی جماعت اگر اتفاقاً کسی دن میں کر لی تو دو تین آدمیوں کے ساتھ جائز ہے۔اور اگر اس کا اہتمام کر کے جماعت بنائی جائے یا چار مقتدی ہو گئے تو مکروہ ہے۔ اس طرح اعلان کے ساتھ جماعت نفل مکروہ ہے اور اعلان میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی مسجد میں جماعت نفل ہونے کی شہرت ہو جائے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ نفل نماز کو باجماعت ان شرطوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں کہ:

(۱) اس کا کسی طرح بھی اعلان وشہرت نہ ہو۔

(۲) اس کا اہتمام نہ کیا جائے جیسے فرائض کا اہتمام ہوتا ہے۔

(۳) اسکا کوئی معمول نہ بنایا جائے بلکہ کبھی اتفاق سے کر لیا جائے۔

(۴) اور امام کے ساتھ چار مقتدی نہ ہوں بلکہ زیادہ سے زیادہ تین ہوں۔

اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک بھی شرط فوت ہوگئی تو نفل نماز جماعت سے پڑھنا

مکروہ ہوگا۔ یہ تمام شرائط حضرات فقہائے کرام کے کلام سے لی گئی ہیں اور ان فقہاء کا کلام آگے پیش کیا جارہا ہے۔

حضرات علماء وفقہاء نے اس پر متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو، کیونکہ سب سے افضل نماز آدمی کی وہ نماز ہے جو گھر میں ہو سوائے فرض نماز کے۔ "صلوا ایها الناس فی بیوتکم فان افضل الصلوة صلوة المرء فی بیته الا المکتوبة" (۱)

(۲) عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر میں نماز پڑھنے اور مسجد میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے پھر بھی میں گھر میں نماز پڑھنے کو مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں، مگر یہ کہ فرض نماز ہو۔ "قد تری ما أقرب من بیتی من المسجد، فلأن أصلی فی بیتی أحب الی من أن أصلی فی المسجد الا أن تکو ن صلوة المکتوبة" (۲)

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم رقم فرماتے ہیں کہ ان روایات کے علاوہ درایت بھی اس کی مقتضی ہے کہ نوافل باجماعت رمضان میں بھی جائز نہ ہو، اس لئے کہ تراویح کی جماعت خلافِ قیاس ہے کیونکہ تراویح تطوعات میں سے ہے اور تطوعات میں اخفاء مطلوب ہے، برخلاف فرائض کے، اسی لئے تطوعات کو نہ صرف بلاجماعت بلکہ گھر میں پڑھنا افضل ہے "صلوة المرء فی بیته افضل من صلوته فی مسجدی هذا الا

---

(۱) نسائی بسند جید وابن خزیمہ، اعلاء السنن ۷/۷۷

(۲) طحاوی ۱/۱۶۷، شمائل ترمذی۔ احمد ابن ماجہ، ابن خزیمہ

المکتوبۃ“ پس ثابت ہوا کہ تراویح کی جماعت خلاف قیاس ہے اور یہ اصول کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ”امر خلاف قیاس اپنے مورد پر منحصر رہتا ہے“ اس پر قیاس کر کے کسی دوسرے مسئلے کو اسی کے حکم میں کر دینا جائز نہیں .... پس تہجد اور دیگر نوافل وغیرہ کو اس پر قیاس نہیں کیا جائیگا، اور یہ نمازیں خواہ رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں جماعت بالتداعی مکروہ تحریمی ہوگی۔(١)

بریلوی مسلک کے مشہور و مستند عالم حضرت مولانا حکیم ابو العلاء محمد امجد علی اعظمی رضوی اپنی مشہور کتاب ”بہار شریعت“ میں رقمطراز ہیں کہ

”نوافل اور علاوہ رمضان کے وتر میں اگر تداعی کے طور پر جماعت ہو تو مکروہ ہے، تداعی کے یہ معنی ہیں کہ تین سے زیادہ مقتدی ہوں۔(٢)

ابن تیمیہ کا بھی یہی فتوی ہے کہ: باجماعت نفل نماز کی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ اس کے لئے جماعت سنت ہے جیسے نماز کسوف، نماز استسقاء اور تراویح میں، پس یہ قسم وہ ہے جو ہمیشہ جماعت سے ادا کی جائیگی جیسا کہ سنت میں آیا ہے، دوسری قسم وہ نفل جس کے لئے جماعت مسنون نہیں، جیسے رات کی نماز (تہجد) اور سنت موکدہ نمازیں اور چاشت کی نماز، اور تحیۃ المسجد وغیرہ پس ان کو اگر کبھی جماعت سے ادا کرلیا جائے تو جائز ہے لیکن ان میں مستقل جماعت کرنا، غیر مشروع بلکہ بدعت مکروہہ ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ وتابعین ان نمازوں کے لئے اجتماع و جماعت کی عادت نہیں رکھتے تھے، نبی کریم ﷺ نے کبھی کبھی (اتفاقا) قلیل جماعت کے ساتھ نماز نفل پڑھی ہے (٣) اس مسئلہ پر مزید تفصیل ”رمضان المبارک معروفات ومنکرات“ دیکھی جا سکتی ہے۔

---

(١) جدید فقہی مقالات: ٢/ ٣٣، فتاوی عثمانی: ١/ ٤٤٥

(٢) بہار شریعت حصہ سوم: ٩٧

(٣) مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ: ٢٣/ ٤١٣

معتکف کے لئے روزنامچہ

ایام	تہجد ودعا	اشراق	چاشت اور اوابین	تلاوت	مطالعۂ کتب	حفظ دعائیں	تسبیحات	اصلاحی نشست
۲۱								
۲۲								
۲۳								
۲۴								
۲۵								
۲۶								
۲۷								
۲۸								
۲۹								
۳۰								

نوٹ: انتظامیہ کی جانب سے یا معتکفین ہر دن کسی ایک عالم دین سے وقت لے کر دینی، معاشرتی، معاملتی واصلاحی پروگرام خصوصاً معتکفین کے لئے منعقد کریں تاکہ اس بہانے دین کی ضروری معلومات حاصل ہو جائیں۔

مرتب کی دیگر کاوشیں

(۱)	اصلاح الرسوم	(تسہیل وتخریج)
(۲)	فتاوی عبدالحی لکھنویؒ	(تخریج زیرِطبع)
(۳)	اللمعة اذا جتمع العيدو الجمعة	
(۴)	عصری خطبات (انگریزی مہینوں کی ترتیب پر)	
(۵)	موجودہ حالات میں سیرتِ رسول کا پیغام	(تحقیق وتخریج)
(۶)	موجودہ دور کے فتنے اوران کا علاج	(تحقیق وتخریج)
(۷)	اعجازِ قرآن کے حیرت انگیز نمونے	(تحقیق وتخریج)
(۸)	نفع المفتی والسائل، عربی	(تحقیق وتعلیق زیرِطبع)
(۹)	رمضان المبارک معروفات ومنکرات	
(۱۰)	اصلاحی واقعات	(۲ جلد)